محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز

ہیرو کے دشمن

TOP SECRET

اشتیاق احمد

احادیث شریف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں دوزخ سے نکلنے والے آخری آدمی اور آخری جنتی آدمی کو جانتا ہوں۔ ایک آدمی دوزخ سے گھٹنوں کے بل چلتا ہوا نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ آئے گا اسے ایسا معلوم ہوگا کہ جنت بھری ہوئی ہے، وہ کہے گا، اے پروردگار میں نے اسے بھرا ہوا دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے لیے دنیا اور اس جیسی دس گناہ ہے۔ وہ کہے گا، کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے، تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے۔ جب کہ تو بادشاہ ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کو دیکھا کہ آپ یہ کہہ کر مسکرائے۔ یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ یہ شخص ادنیٰ جنتی ہوگا۔

(بخاری، مسلم)

☆☆☆☆

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول ہیرو کے دشمن

نمبر 722

پبلشر فاروق احمد

قیمت 29 روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی

فون: 2578273 - 2581720

e-mail: atlantis@cyber.net.pk

دو باتیں

السلام علیکم! یہ ہیرو کے دشمن کی دو باتیں ہیں اور یہ دو باتیں لکھتے وقت میں اپنے دل کا خون ہوتے محسوس کر رہا ہوں، ناول لکھتے وقت کس کس چیز کا خون ہوگا کہہ نہیں سکتا ... مجھ میں سے کوئی حصہ سلامت بچے گا بھی یا نہیں۔

جی ہاں! آپ یہ الفاظ پڑھ کر حیران ہوئے ہوں گے... لیکن میں چاہتا ہوں، آپ حیران نہ ہوں... غمگین ہوں... آپ بھی اپنا خون ہوتے محسوس کریں... ہیرو کا درد کا اپنے سینے میں اس حد تک محسوس کریں کہ جیسے یہ ہیرو کا خون نہیں... آپ کا خون ہے ... اور بات ہے بھی یہی... جب کسی قوم کے ہیرو کا خون کر دیا جائے، جب کسی قوم کے ہیرو کو اس کے مقام سے اس حد تک گرا دیا جائے کہ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی زندہ نہ ہو، خون کے آنسو رونے کے سوا اور کام ہی کیا رہ جاتا ہے... اس ناول کو شروع کرنے سے بھی بہت پہلے میرے خون کے آنسو بہنا شروع ہو چکے ہیں، ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور یہ نہ جانے کب تک جاری رہے گا، کہہ نہیں سکتا، ختم ہوگا بھی یا نہیں۔

اس حد تک غمگین دو باتیں شاید آپ نے کبھی نہ پڑھی ہوں گی، لیکن اس حد تک ملک کے کسی ہیرو کی توہین بھی تو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی، دنیا میں چند مثالیں ایسی موجود ضرور ہیں ... جب ہیروز کو بغیر کسی جرم کے رگیدا گیا... انہیں پھانسی کے تختے تک لے جایا گیا... لیکن ہوا کیا وہ ہیرو تو آج لوگوں کے دلوں میں بستے ہیں... انہیں بھلایا نہیں جاسکا... ان میں سرفہرست شاید محمد بن قاسم ہیں... اور بھی بہت سے مشاہیر ایسے ہوں گے... لیکن ایسے لوگ دیکھا جائے تو کبھی نہیں مرتے... انہیں مارنے والے خود اس دنیا سے اس طرح چلے جاتے ہیں کہ پھر انہیں کوئی یاد تک نہیں کرتا... ذکر آجائے تو نفرت سے منہ سکوڑ لیے جاتے ہیں... تاریخ کے صفحات پر وہ بدنما داغ بن جاتے ہیں... جب کہ ہیرو مر کر بھی ستاروں کی طرح چمکتے رہتے ہیں... ہمارے ملک کے ہیروز کے ساتھ بھی آج یہی ہو رہا ہے... تاریخ خود کو دہرا رہی ہے ... ہمارے ہیروز کی بے گناہی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ کھلی عدالت میں ان پر مقدمہ نہیں چلایا جا رہا ہے... اور یہ کوئی کم ثبوت نہیں۔

اشتیاق احمد

ہولناک گفتگو

انسپکٹر جمشید کے دروازے کی گھنٹی بجی۔ تینوں نے اپنے والد کی طرف دیکھا۔ پھر ایک نظر اپنی والدہ کی طرف ڈالی، پھر محمود نے کہا۔

''یہ گھنٹی عجیب سی ہے، اس سے پریشانی، بے قراری اور الجھن ٹپک رہی ہے۔''

''توبہ ہے تم سے۔'' بیگم جمشید نے بھنا کر کہا۔

''اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بے چارگی، سنسنی خیزی اور عجلت ٹپک رہی ہے۔'' فاروق فوراً بولا۔

''توبہ ہے تم سے۔'' اس بار انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

''بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس گھنٹی سے خطرے کی بو آرہی ہے۔'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''حد ہوگئی۔'' بیگم جمشید نے تلملا کر کہا۔

''حد کا کیا ہے امی جان! وہ تو ہوتی ہی رہتی ہے... اور ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔''

اسی وقت گھنٹی پھر بجی۔

"میں دیکھتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنا کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"ارے ارے... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... ہم کس مرض کی دوا ہیں۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

ساتھ ہی محمود اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا۔

"ٹھہرو محمود۔" فرزانہ نے دبی آواز منہ سے نکالی۔

"کیا بات ہے۔" وہ فوراً مڑا۔

"ابا جان! آپ ذرا ادھر ادھر ہو جائیں... میں واقعی خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو پھر تم ادھر ادھر ہو جاؤ... دروازہ میں کھولتا ہوں۔"

"بس... کھول لیا تم نے دروازہ... اب یہ کام مجھے کرنا ہوگا۔" بیگم جمشید نے کہا اور لگیں اٹھنے۔

"نہیں خیر... آپ تو نہیں کھولیں گی... دروازہ تو یہ میں ہی کھولوں گا۔" محمود بولا۔

"گویا... آپ نہیں چپ رہے۔" فرزانہ بے چین ہو گئی۔

"نہیں فرزانہ! محمود... دروازہ کھول دو، تم لوگوں کو وہم ہوا ہے، مجھے اس گھنٹی سے خطرے کی کوئی بو محسوس نہیں ہو رہی۔"

اسی وقت گھنٹی پھر بجی اور بجتی ہی چلی گئی... اب تو انسپکٹر جمشید کے بھی کان کھڑے ہو گئے، لیکن اس وقت محمود دروازہ کھول چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ زور سے چونکا، باہر پولیس کی دو گاڑیاں موجود تھیں...

دروازے پر انہیں اکرام اور انسپکٹر فاضل نظر آئے... اکرام کا چہرہ دودھ کی طرح سفید تھا۔

"انسپکٹر صاحب سے ملنا ہے..." انسپکٹر فاضل نے کہا۔

"خیر تو ہے انکل۔"

"یہ کوئی بات نہیں کریں گے... اس معاملے کو مجھے دیکھنا ہے۔"

"جی اچھا۔" یہ کہہ کر محمود اندر کی طرف مڑا... اس وقت تک انسپکٹر جمشید دروازے پر آ چکے تھے۔

"السلام علیکم... خیر تو ہے۔"

"آئی جی صاحب نے آپ کو فوری طور پر بلایا ہے۔"

"اس غرض کے لیے تو وہ فون کر سکتے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ سوال آپ انہیں سے کریے گا۔"

"اچھی بات ہے... ضرور کروں گا... اکرام تمہارا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔"

"یہ کچھ نہیں بولیں گے..." انسپکٹر فاضل نے کہا۔

"اچھی بات ہے... چلیے پھر۔"

یہ کہتے ہوئے انہوں نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی، پھر پولیس کی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

جونہی پولیس کی گاڑیاں وہاں سے روانہ ہوئیں... محمود نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے... فاروق نے خان رحمان کے نمبر ملائے اور فرزانہ نے خفیہ فورس کے انچارج کا نمبر ڈائل کر ڈالا... تینوں نے ایک ہی جملہ

کہا۔

''حالات خوفناک نظر آتے ہیں... ابا جان کو آئی جی صاحب نے دفتر بلوایا ہے۔''

''لیکن یہ کون سی نئی بات ہے۔'' ادھر سے کہا گیا۔

''یہ نئی بات اس طرح ہے کہ بلانے کے لیے فون نہیں کیا گیا... صرف انکل اکرام کو نہیں بھیجا گیا... بلکہ ان کے ساتھ انسپکٹر فاضل کو بھیجا گیا... اور آئی جی صاحب ایسا نہیں کر سکتے... اس کا مطلب ہے... آئی جی صاحب کے آفس میں اس وقت کوئی اور بڑا موجود ہے اور یہ ہدایات اس نے دی ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''پھر اب کیا کیا جائے۔'' تینوں نے پوچھا:

''ہم کچھ نہیں کہہ سکتے.. ہم نے تو آپ کو اطلاعات دے دی ہیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا۔''

''آپ فکر نہ کریں... وہاں جو بات ہوگی... ہم اس کو سن سکیں گے۔'' خفیہ فورس کا انچارج بولا۔

''ارے ہاں... جمشید نے گھڑی کا بٹن دبا دیا ہوگا۔''

''تب پھر آپ لوگ یہیں آجائیں...''

''یہ کسی طرح مناسب نہیں ہوگا... سب لوگ موبائل آن رکھیں گے، میں دفتر میں ہونے والی گفتگو آپ کو ساتھ ساتھ بتاتا رہوں گا... نہ جانے ہمیں کب اور کیا کرنا پڑے؟'' نمبر ایک نے کہا۔

''یہ بھی ٹھیک ہے... چلیے پھر ہم موبائل کانوں سے لگائے بیٹھے

ہیں۔''

صرف اتنا کرنا کافی نہیں ہوگا۔'' نمبر ایک نے کہا۔

''تب پھر؟''

''اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ جائیں اور ایسی جگہ گاڑی کھڑی کر لیں کہ وہاں سے فوراً حرکت میں آجائیں۔''

''بہت خوب! بالکل ٹھیک۔''

اور پھر وہ اپنی اپنی گاڑیوں میں گھروں سے نکل آئے... چند منٹ بعد ہی انہیں آوازیں سنائی دینے لگیں... اور وہ گفتگو حد درجے خوفناک تھی... انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ زندگی میں اس قدر خوفناک گفتگو سے بھی واسطہ پڑے گا۔

☆☆OO☆☆

سرکاری نہیں

دونوں گاڑیاں آئی جی صاحب کے دفتر کے سامنے جا کر رکیں۔

''تشریف لایئے۔'' انسپکٹر فاضل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

انسپکٹر جمشید پرسکون انداز میں نیچے اترے اور ان کے ساتھ قدم اٹھاتے آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر داخل ہوتے ہی انہیں ایک جھٹکا لگا... وہاں آئی جی شیخ نثار احمد کے ساتھ سیکریٹری وزیر داخلہ بھی موجود تھے اور ان کے چہرے پر بلا کی سختی تھی۔ آئی جی صاحب کے چہرے پر بھی زردی چھائی ہوئی تھی...

''انسپکٹر صاحب! تشریف لایئے... اور اپنی گھڑی اتار کر میرے حوالے کر دیجیے۔''

''جی... کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید زور سے چونکے۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان سے یہ بات کہی جائے گی... گھڑی اتار کر دے دینے کی صورت میں ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی یہاں ہونے والی کارروائی سے باخبر نہیں ہو سکتا تھا اور اس وقت تک انہیں

یہی اطمینان تھا کہ گفتگو سنتے ہی ان کے ساتھی حرکت میں آ جائیں گے۔

''میں نے آپ سے کہا ہے... اپنی گھڑی اتار کر مجھے دے دیں۔''

''میری یہ گھڑی سرکاری نہیں، میری ذاتی ہے سر۔''

''میں جانتا ہوں... یہ آپ کو واپس دے دی جائے گی، لیکن ہم چونکہ بہت اہم اور خفیہ بات چیت کرنے والے ہیں، اس لیے اس گھڑی کو خاموش کرنا بہت ضروری ہے... اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو یہاں ہونے والی گفتگو سن لی جائے گی اور بات راز نہیں رہ جائے گی... ان حالات میں مجھے امید ہے، آپ حکم کی تعمیل کریں گے۔''

''یس سر... کیا میں خود اس کو بند نہ کر دوں سر۔'' انہوں نے ایک اور کوشش سرسری انداز میں کی۔

سیکریٹری صاحب کے چہرے پر دھیمی سے مسکراہٹ رینگ گئی... پھر وہ بولے۔

''میرا نام عاقل خان ہے... سمجھے آپ۔''

''مجھے معلوم ہے سر۔''

''میں صرف نام کا عاقل نہیں، کام کا بھی ہوں۔''

''ضرور یہی بات ہے سر۔'' وہ بولے۔

''انسپکٹر صاحب! میں نے سنا ہے... آپ قانون کا بے حد احترام کرتے ہیں۔''

''اس میں کوئی شک نہیں!''

''لیکن اس کا عملی تجربہ آج ہو گا۔''

''میں سمجھا نہیں سر۔''

"ابھی تک آپ نے اپنی گھڑی مجھے نہیں دی۔"

انسپکٹر جمشید نے گھڑی اتار کر انہیں دے دی اور وہ کر ہی کیا سکتے تھے... انہوں نے دیکھا... آئی جی صاحب کے چہرے پر پھیلی زردی میں اور اضافہ ہو گیا... ان کا چہرہ بجھ سا گیا... شاید انہیں امید تھی... کسی طرح وہ اپنی گھڑی بچا لیں گے...

آئی جی عاقل خان صاحب نے گھڑی لی... چند سیکنڈ تک اس کو الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے... پھر بولے:

"آپ کو معطل کیا جاتا ہے، آپ کے تمام تر اختیارات سلب کیے جاتے ہیں، آپ کے تمام خصوصی اجازت نامے منسوخ کیے جاتے ہیں۔"

"میرا قصور سر۔"

"کوئی نہیں... لیکن ملک کے مفاد میں ایسا کیا جانا ضروری ہے۔"

"شکریہ سر! مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔"

"آپ کو شکایت کا حق ہی نہیں... تو شکایت کیسے ہو سکتی ہے..."

"تب پھر سر... کیا مجھے اجازت ہے۔"

"ارے نہیں بھئی... آپ غلط سمجھے۔" ان کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"میں غلط سمجھا... لیکن سر... کیا غلط سمجھا؟"

"یہ کہ آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی... آپ کو تین ماہ کے لیے نظر بند کیا جاتا ہے... تین ماہ تک آپ کو نظر بند رکھنا ملک کے مفاد میں ہے... آپ کو دفتر ہی کی حوالات میں رکھا جائے گا... گھر پر نظر بند نہیں کیا جائے گا۔"

"میں اس حکم کی وجہ جان سکتا ہوں سر۔"

"اس وقت تو نہیں... کچھ وقت گزرنے کے بعد ایسا ممکن ہے..."

وہ یہ کہہ کر مسکرائے۔

"شیخ صاحب... آپ انہیں انسپکٹر فاضل کے ساتھ بھیج دیں... یہ انہیں حوالات میں بند کر کے یہاں آ کر رپورٹ کریں گے... انسپکٹر جمشید چوبیس گھنٹے نگرانی میں رہیں گے... کوئی ان سے ملاقات نہیں کرے گا... کوئی ان سے کسی بھی ذریعے سے بات نہیں کرے گا... انہیں کوئی اخبار یا کتاب نہیں دی جائے گی... تین ماہ تک معمول کے مطابق ناشتا اور کھانا دیا جائے گا... اور بس... آپ سمجھ گئے۔"

"یس سر۔"

"اور میں آپ سے امید رکھتا ہوں... قانون کے سامنے اپنے جذبات سینے سے نکال کر ایک طرف رکھ دیں... قانون قانون ہے..."

"میں سمجھتا ہوں سر۔" وہ بولے۔

پھر انہوں نے انسپکٹر فاضل سے کہا:

"انسپکٹر جمشید کو حوالات میں پہنچا دیں۔"

"یس سر۔"

"اور ان کے ساتھ اکرام کو بھی۔"

"یس سر۔" اس نے پھر کہا۔

پھر وہ انسپکٹر جمشید کو لے کر باہر نکل گیا... انسپکٹر جمشید چاہتے تو بہت آسانی سے اس وقت دفتر سے فرار ہو سکتے تھے... لیکن یہ کام تو انہوں نے سیکھا نہیں تھا... چپ چاپ چلتے ہوئے باہر آ گئے... باہر دفتر کے لوگ اپنے اپنے کمروں کے دروازوں پر کھڑے تھے۔ ان سب کے چہرے

اداس تھے... ان سب کو معلوم ہو چکا تھا... انسپکٹر جمشید کے لیے کیا احکامات جاری کیے گئے ہیں... لہٰذا وہ سب غمگین تھے...

اور پھر ایک ایک قدم اٹھاتے وہ حوالات تک پہنچ گئے۔ حوالات کا دروازہ کھولا گیا... اور وہ اندر چلے گئے۔

انسپکٹر فاضل نے اپنے ہاتھ سے تالا لگایا اور چابی اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی، مڑتے ہوئے اس نے کہا:

''آپ کو شاید اندازہ نہیں کہ اس بار آپ کتنے برے پھنسے ہیں۔ اتنے برے پہلے کبھی نہیں پھنسے ہوں گے۔''

''مجھ پر الزام کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے پرسکون آواز میں کہا۔

''تفتیشی ٹیم آ کر جب آپ سے سوالات کرے گی تو آپ کو معلوم ہو جائے گا... میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ گرفتار صرف آپ کو ہی نہیں کیا گیا ہے۔''

''تو پھر؟'' وہ زور سے چونکے۔

''سب انسپکٹر اکرام، حوالدار محمد حسین آزاد اور توحید احمد بھی زیر حراست ہیں۔ سب کو الگ الگ رکھا گیا ہے... آپ لوگوں کی اگلی منزل کیا ہوگی، کچھ نہیں کہا جا سکتا...''

''اور میرے بچے... میرے دوست۔''

''ابھی ان کے بارے میں احکامات نہیں ملے، ہو سکتا ہے... ان کی گرفتاری کی بھی نوبت آ جائے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... آخر ہم لوگوں نے ایسا کیا جرم کیا ہے۔''

''تفتیشی ٹیم بتائے گی۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا اور جانے کے لیے مڑ گیا۔

انسپکٹر جمشید اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ ان کے لیے جیل سے نکل جانا کوئی مشکل کام نہیں تھا، لیکن قانون کا احترام انہیں روک رہا تھا... انہوں نے فیصلہ کیا تھا، وہ پہلے الزامات سنیں گے، پھر ان کے جوابات دیں گے... گویا قانون کے دائرے میں رہ کر اپنا مقدمہ لڑیں گے۔

جلد ہی بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... ان کی نظریں اٹھ گئیں... دوسرے ہی لمحے ان کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔

☆☆OO☆☆

کیا سنا ہے

"یہ ہم نے کیا سنا ہے انکل۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"پہلی فرصت میں ایک جگہ جمع ہو جاؤ... نمبر ایک آپ بھی آجائیں، ہمارے لیے انسپکٹر جمشید کا گھر زیادہ مناسب ہوگا۔" خان رحمان نے کہا۔

"نہیں خان صاحب۔" نمبر ایک کی آواز ابھری۔

"کیا مطلب... نہیں خان صاحب۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے... ہم وہاں نہیں جائیں گے... خفیہ ٹھکانہ نمبر ایک میں آجائیں... لیکن جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ آپ کا تعاقب نہیں کیا جا رہا تب تک وہ راستہ نہ پکڑیں... تعاقب کیا جائے تو اپنے اپنے گھر چلے جائیں... پھر میں بتاؤں گا... ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"اچھی بات ہے... تب پھر موبائل اسی طرح آن رہیں گے۔" پروفیسر بولے۔

"ٹھیک ہے۔"

آدھ گھنٹے کے بعد وہ سب خفیہ ٹھکانے پر موجود تھے، نمبر

ایک نے خفیہ فورس کے باقی ارکان کو بھی چوکنا کر دیا تھا اور وہ ٹھکانہ نمبر ایک کے آس پاس موجود تھے۔

"یہ سب کیا ہے۔"

"پہلے نمبر پر ہم آئی جی صاحب سے بات کرتے ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"تب پھر آپ ہی فون کریں۔"

انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... نمبر بند ملا، موبائل نمبر ڈائل کیے وہ بھی بند تھا... انہوں نے سب کے چہروں پر ایک نظر ڈالی۔

"اب کیا کیا جائے... ان سے رابطہ ممکن نہیں۔"

"صدر صاحب کو فون کریں۔" محمود بولا۔

پروفیسر داؤد نے صدر کے نمبر ڈائل کیے... دوسری طرف سے پوچھا گیا:

"آپ کون صاحب ہیں۔"

"پروفیسر داؤد۔"

"صدر صاحب بہت مصروف ہیں... تین دن سے پہلے ان سے رابطہ ممکن نہیں... غیر ملکی وفد آئے ہوئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے مایوسانہ انداز میں کہا، پھر ان کی طرف مڑے۔

"کیا خیال ہے... حوالات کے انچارج سے بات کریں۔"

"ظاہر ہے... وہ بھی ہماری کوئی مدد نہیں کرے گا۔"

"بات کرنے میں کیا حرج ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب انہوں نے حوالات کے انچارج کے نمبر ملائے... اس کی آواز سنائی دی... تو محمود نے کہا۔

"سر... کیا ہم اپنے والد صاحب سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے... ان سے ملاقات پر پابندی لگا دی گئی ہے۔"

"شکریہ۔"

اب خان رحمان نے ملک کے سب سے بڑے وکیل ارشد جاوید کاسانی کو فون کیا... وہ ان کے دوست بھی تھے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔ خان رحمان نے جلدی جلدی انہیں حالات سنائے... ان کے خاموش ہونے پر بھی کاسانی کی طرف خاموشی رہی۔

"خیر تو ہے کاسانی صاحب... آپ نے میری بات سن کر کچھ نہیں کہا۔"

"حالات انتہائی سنگین نظر آتے ہیں... لگتا ہے... یہ لوگ انسپکٹر جمشید پر کوئی بہت سنگین الزام لگانے والے ہیں... اور اس بات کا زبردست امکان ہے کہ عدالت سے ہم ان کی ضمانت نہ کرا سکیں۔"

"لیکن آپ اپنی کوشش تو کریں۔"

"کل اتوار ہے... یہ کوشش بھی اب پرسوں سے پہلے نہیں ہو سکے گی، اس وقت تک وہ الزام عاید کر چکے ہوں گے... اور ہائی کورٹ کے رجسٹرار کو تحریری حکم مل چکا ہو گا کہ انسپکٹر جمشید کا کیس قابل سماعت نہیں۔"

"اف مالک... آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔" خان رحمان کانپ گئے۔

"تاہم میں اس کیس پر اسی وقت سے کام شروع کر رہا ہوں... جو بھی ہو سکا... کروں گا... کیونکہ انسپکٹر جمشید مجھے بھی بہت عزیز ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ وکیل صاحب..." یہ کہہ کر خان رحمان نے فون بند کر دیا۔

"اب ہم کیا کریں... اور ہم کیا کر سکتے ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"یہ نمبر ایک بتائیں گے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"کرنے کو ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں... لیکن ہو گا یہ قانون سے جنگ کے برابر۔" نمبر ایک نے کہا۔

"اور جمشید اس کی اجازت نہیں دے گا۔" خان رحمان مشکل سے مسکرائے... کیونکہ حالات ایسے تھے، ان کا رونے کو جی چاہ رہا تھا۔

"ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں کہ انسپکٹر صاحب پر کیا الزام لگایا گیا ہے... یا لگایا جانے والا ہے... اور جب تک ہم انسپکٹر صاحب سے اجازت نہ لے لیں، کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے... اجازت کیسے لیں... ان سے ملاقات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی... نمبر ایک نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"لیکن..." فرزانہ پر زور انداز میں بولی:

سب نے اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن کیا..."

"لیکن ہمیں کسی نہ کسی طرح ان سے ملاقات کرنا ہو گی... حکومت اجازت نہیں دیتی، تب بھی کوئی راستہ نکالنا ہو گا۔"

"راستہ نکل آئے گا... سوال ابا جان کی اجازت کا ہے۔"

"حکومت اگر محمد ارشد کاسانی صاحب کو ان سے ملاقات کی اجازت

دے دیتی ہے... تو بات بن سکتی ہے۔''

''یہ بات پرسوں سے پہلے معلوم نہیں ہو سکتی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''ہمیں پہلا کام پریس کانفرنس بلانے کا کرنا چاہیے... کل کے اخبارات میں ان کی گرفتاری کی خبروں کا شائع ہونا انتہائی ضروری ہے۔''

''اوہ ہاں! واقعی۔'' وہ چونکے۔

''تب پھر... کرو فون تمام اخبارات کو۔''

اور پھر وہ اخبارات کو فون کرنے پر جت گئے... جلد ہی اخباری نمائندے ان کے گھر پہنچ گئے... انہوں نے تمام حالات تفصیل سے سنائے... ان سب کے چہروں پر رنج اور غم پھیل گیا... اکثر تو غصے میں آگئے اور پکار اٹھے:

''یہ انتہا درجے کی زیادتی ہے... انسپکٹر جمشید سے زیادہ محب وطن بھلا اس وطن میں کون ہوگا... انہوں نے اپنی ساری زندگی ملک کی خدمت کرتے گزار دی ہے... ملک دشمنوں کو قدم قدم پر ناکوں چنے چبوائے ہیں...''

وہ اس قسم کے جملے ادا کرتے ہوئے آخر رخصت ہو گئے۔

''یہ کام تو ہوا... اخبارات میں خبریں تو لگ جائیں گی... اب ہم کیا کریں۔''

''میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے۔'' ایسے میں فاروق بول اٹھا۔

''اللہ کا شکر ہے... جلدی بتاؤ۔''

''حوالات کے انچارج آخر ہمارے ہمدرد ہیں... ان کے ذریعے

ہم ابا جان کا پیغام معلوم کر سکتے ہیں۔''

''ایسا ممکن تو نظر نہیں آتا۔'' نمبر ایک نے کہا۔

''لیکن کیوں۔''

''جس انداز میں انہیں گرفتار کیا گیا ہے... اس سے ظاہر ہوتا ہے، حوالات کے انچارج بھی ہمیں کوئی بات نہیں بتا سکیں گے... یا تو ان کی نگرانی کی جا رہی ہو گی... یا پھر انہیں وہاں سے تبدیل کر دیا گیا ہو گا۔''

''تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے...''

''ٹھیک ہے... آواز بدل کر فون کرو...''

محمود نے انچارج کے نمبر ملائے... دوسری طرف سے اجنبی آواز سنائی دی، تب محمود نے کہا۔

''جی میں رضوان بھٹی صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''انہیں تو یہاں سے دو دن پہلے تبدیل کر دیا گیا ہے۔''

''اوہ اچھا۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

''انکل نمبر ایک کا خیال درست نکلا۔ رضوان صاحب کو دو دن پہلے تبدیل کر دیا گیا ہے۔''

پس ثابت ہوا... ہمارے تمام راستے پہلے ہی بند کیے جا چکے ہیں... اور آپ دیکھ لیجیے گا، کاسانی صاحب بھی کچھ نہیں کر سکیں گے۔''

''اس طرح تو کام خراب نہیں ہو جائے گا۔''

''وہ تو ہو ہی چکا...'' نمبر ایک نے کہا۔

''میں اس ملک کے لیے کام بند کر رہا ہوں... اور میں اخبارات کو یہ بیان جاری کر رہا ہوں۔'' پروفیسر داؤد نے طیش میں آ کر کہا۔

"میرا خیال ہے... ابھی آپ ایسا نہ کریں... ورنہ آپ کو بھی گرفتار کرلیا جائے گا۔" نمبر ایک نے پریشان ہو کر کہا۔

"لیکن ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔" خان رحمان نے کہا۔

"فرزانہ... تم بتاؤ... ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔"

"لیکن فرزانہ... تمہیں سوچنا ہوگا۔"

"میں ایک ترکیب بتا سکتی ہوں۔"

ایسے میں انہوں نے باورچی خانے سے بیگم جمشید کی آواز سنی۔

"بھئی واہ... ضرور بتائیں بھابھی صاحبہ۔"

"لیکن وہ ترکیب غیر قانونی قدم اٹھانے والی نہ ہو، جمشید ایسے میں کسی اقدام کو پسند نہیں کرے گا۔"

"ترکیب سن کر فیصلہ کرلیں۔" بیگم جمشید نے کہا۔

"اچھی بات ہے... بتائیں پھر۔"

ابھی بیگم جمشید نے کچھ نہیں کہا تھا کہ ان کے دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔

☆☆OO☆☆

نئی منزل

بھاری قدموں کی آوازیں گونج اٹھیں۔ انسپکٹر جمشید نے سر اوپر اٹھایا اور حیران رہ گئے۔ ڈی ایس پی سرفراز کوما، انسپکٹر فاضل، دو حوالداروں اور چند کانسٹیبلوں کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ نزدیک آکر سرفراز نے کہا۔

"دیکھا... میں نہ کہتا تھا، انسپکٹر صاحب جاگ رہے ہوں گے۔"

ان کے لہجے میں طنز تھا۔

"ان حالات میں انہیں نیند آبھی کیسے سکتی ہے۔" انسپکٹر فاضل نے جملہ کسا۔

"ویسے ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، یہ ایسے ہوں گے۔" ڈی ایس پی بولے۔

"اب سوچ لیجیے۔" انسپکٹر فاضل نے ہنس کر کہا۔

"فی الحال تو دروازہ کھلوائیں۔" وہ بولے، ساتھ ہی انہوں نے سخت ترین لہجے میں کہا۔

"انسپکٹر صاحب فرار ہونے کی کوشش کریں تو انہیں بغیر سوچے سمجھے

گولی ماردی جائے... یہ اوپر کا حکم ہے۔''

''او کے سر! ہم ایسا ہی کریں گے۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''آپ نے سن لیا انسپکٹر صاحب۔'' ڈی ایس پی بولے۔

''جی ہاں سر... سن چکا ہوں۔''

حوالات کا دروازہ کھلا... انسپکٹر جمشید نے صاف محسوس کیا، ان کے لیے فرار ہونے کا موقع موجود تھا اور یہ موقع انہیں خود دیا جا رہا تھا... گویا ڈی ایس پی صاحب چاہتے تھے، وہ فرار ہو جائیں... پھر انہیں بھاگتے ہوئے گرفتار کر لیا جائے... ظاہر ہے، دفتر سے باہر ان کی گرفتاری کا مکمل سامان کیا جا چکا تھا، چنانچہ وہ دل ہی دل میں مسکرا دیے۔ جب انہوں نے کوئی حرکت نہ کی تو ڈی ایس پی صاحب کے چہرے پر مایوسی کے آثار پھیل گئے، اب انہوں نے کہا۔

''آپ کو صدر صاحب یاد کر رہے ہیں، وہ آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں...''

''میں حاضر ہوں۔'' وہ بولے۔

انہیں حوالات سے باہر لایا گیا... بند گاڑی میں بٹھایا گیا... پھر گاڑی چل پڑی... جلد ہی انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ ان کی منزل ایوان صدر نہیں ہے... اس کے باوجود انہوں نے فرار ہونے کی کوشش کی نہیں، ابھی تک تو انہیں یہی معلوم نہیں تھا کہ ان کا جرم کیا ہے۔ ان پر کیا الزام لگایا جانے والا ہے...

ایک گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد گاڑی رک گئی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا... انہوں نے ڈی ایس پی سرفراز کوما کی طنز بھری آواز

سنی۔

''نیچے تشریف لے آئیے انسپکٹر صاحب۔''

وہ اتر آئے... انہوں نے خود کو ایک بند عمارت میں پایا، اس کی قسم کی عمارت ان کی یادداشت میں موجود نہیں تھی... گویا وہ پہلے یہاں نہیں آئے تھے۔ پھر دو تین برآمدے طے کر کے انہیں ایک کمرے میں لایا گیا... کمرے میں تین پہلوان نما آدمی موجود تھے۔ ان کے جسموں سے معلوم ہوتا تھا... وہ خاص قسم کے ماہر لوگ ہیں۔

''مہمان حاضر ہے... قانون نے ہمیں کھلی چھٹی دی ہے، ان سے جرم اگلوانا ہے... جرم بہت سنگین نوعیت کا ہے... لہٰذا پہلے تو انہیں قابو میں کرو۔''

''ایک منٹ سر۔'' انسپکٹر جمشید پہلی بار مسکرائے۔

''ہاں! کہیے۔'' انہوں نے چونک کر کہا۔

''قانون نے آپ کو کھلی چھٹی دی ہے... اس کھلی چھٹی کے احکامات ذرا مجھے بھی دکھا دیں... ورنہ میں ایک وکیل بھی ہوں اور اپنے ملک کے قانون سے واقف ہوں... مجھے ابھی تک الزام بھی پڑھ کر نہیں سنایا گیا... میں نے اس وقت تک قانون کا پورا احترام کیا ہے... لیکن اگر مجھ سے لاقانونیت برتی گئی... تب میں تعاون نہیں کروں گا۔''

''آپ تعاون نہ کریں۔'' سرفراز کوما بولے۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''میں نے کہا... آپ تعاون نہ کریں...''

انسپکٹر جمشید نے اس لمحے شدید الجھن محسوس کی... گویا

ڈی ایس پی سرفراز کو مایہ بھی چاہتے تھے کہ وہ اڑ جائیں... ان سے بھڑ جائیں، تاکہ ان پر کیس اور زیادہ سنگین بن جائے... اور یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا تھا... پہلے سے تمام منصوبہ بندی کر لی گئی تھی۔

''اچھی بات ہے... میں قانون کا احترام کروں گا، جب تک آپ میرے لیے اس بات کو ناممکن نہیں بنا دیں گے۔'' انہوں نے کہا۔

''کیا مطلب... کیا آپ اپنے اس جملے کی وضاحت کریں گے۔''

''میں نے یہی کہا ہے... میں اس وقت تک قانون کا احترام کروں گا، قانون پر کاربند رہوں گا، جب تک آپ میرے لیے اس بات کو ناممکن نہیں بنا دیں گے۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کیا ہم آپ سے کہیں گے... قانون پر کاربند نہ رہیں۔''

''میں نے یہ نہیں کہا، لیکن ہو سکتا ہے، آپ کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں کہ میں قانون پر کاربند نہ رہ سکوں... ویسے مجھ پر الزام کیا ہے۔''

''سیکریٹری وزیر داخلہ آ کر بتائیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔''

''ہمیں حکم ملا ہے، جب وہ آئیں تو آپ جکڑی ہوئی حالت میں ہوں۔''

''ان کا تحریری حکم ہے، آپ کے پاس؟'' وہ بولے۔

''نہیں! انہوں نے ہمیں یہ حکم زبانی دیا ہے اور ہم تعمیل کرنے پر مجبور ہیں۔''

''کیا آپ جانتے ہیں، زبانی حکم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی... کل جب آپ کو عدالت میں جواب دہ ہونا پڑے گا تو سیکریٹری صاحب صاف انکار

کر دیں گے... وہ کہیں گے... میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔'' انہوں نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''تو آپ اس خیال میں ہیں کہ ایسا وقت آئے گا۔''

''ہاں! ان شاء اللہ!''

''انسپکٹر صاحب! یہ آپ کی بھول ہے...''

''اس کا مطلب ہے... آپ مجھے عدالت میں پیش کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔''

''نہیں... آپ کو عدالت میں پیش نہیں کیا جائے گا... یہ بہت خفیہ مسئلہ ہے... پوری قوم ہی سے نہیں... پوری دنیا سے اس کو چھپانا ہوگا... لیکن اگر معاملہ عدالت میں چلا گیا... تب بات پوری دنیا کے سامنے آجائے گی اور ملک بدنام ہو جائے گا اور انسپکٹر جمشید... یہ سب آپ کی وجہ سے ہوگا۔''

''میرا ملک... میری وجہ سے بدنام ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید ہنسے۔ ان کی ہنسی حد درجے عجیب تھی۔

''ہاں! بالکل...''

''اب... آپ جو کرنا چاہیں کریں... اب میں کچھ نہیں کروں گا۔''

ایس پی صاحب نے تینوں پہلوانوں کو اشارہ کیا... وہ دانت نکالتے ہوئے آگے بڑھے اور انہیں ہاتھوں اور پیروں سے جکڑ لیا... انہوں نے خود کو زبردست شکنجے میں محسوس کیا... یوں بھی خود کو چھڑانے کی تو انہوں نے کوشش ہی نہیں کی تھی۔

پھر ان کے ہاتھ اور پیر رسیوں سے باندھ دیے گئے... اب وہ فرش پر پڑے تھے۔ ایسے میں بھاری قدموں کی آواز سنائی دی...

انہوں نے گردن گھما کر دیکھا... سیکریٹری صاحب چلے آ رہے تھے۔ وہ اندر داخل ہوئے تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"بہت خوب! تم لوگوں نے سب کام ہدایات کے مطابق کیا، میں خوشی محسوس کر رہا ہوں... اب میں انسپکٹر جمشید کو الزام پڑھ کر سناتا ہوں... لیکن نہیں اس سے پہلے میں انہیں چند تصاویر دکھانا پسند کروں گا..."

یہ کہہ کر انہوں نے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک لفافہ نکالا، اس میں سے چند تصاویر نکال کر انہوں نے فرش پر انسپکٹر جمشید کے سامنے رکھ دیں...

"انسپکٹر جمشید... ان تصاویر کو دیکھ لیجیے... کیا آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں۔"

جونہی انہوں نے تصاویر کو دیکھا... دھک سے رہ گئے...

☆☆OO☆☆
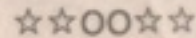
تلاشی

دروازہ کھولنے پر انہوں نے دیکھا، باہر پولیس موجود تھی۔

"جی فرمایئے۔"

"ہمیں اس گھر کی تلاشی لینا ہے۔"

"آپ کے پاس وارنٹ تو ہوں گے۔"

"بالکل ہیں... آپ وارنٹ دیکھ لیجیے۔"

تلاشی کے کاغذات انہیں دکھائے گئے... انہوں نے دیکھا، اس پر ڈی ایس پی کوما کے دستخط تھے۔

"ٹھیک ہے جناب! ہم اپنی والدہ کو ایک طرف کر دیں۔"

"ہمارے ساتھ لیڈی پولیس موجود ہے... اگر وہ گھر سے باہر جانا چاہتی ہیں تو پہلے لیڈی پولیس ان کی تلاشی لے گی۔"

"ٹھیک ہے جناب پہلے ان کی تلاشی لے لیں، پھر انہیں پڑوسی کے گھر بھیج دیں گے... اس طرح آپ پورے اطمینان سے تلاشی لے سکیں گے۔"

بیگم جمشید اپنی تلاشی دے کر بیگم شیرازی کے ہاں چلی گئیں... اب ان کے گھر کی زبردست طریقے سے تلاشی لی گئی... لیکن کوئی خاص چیز نہ مل سکی... آخر میں صرف ایک الماری رہ گئی... پولیس آفیسر نے کہا۔

''اس الماری کو بھی کھولیے۔''

''افسوس ہم اس کو نہیں کھول سکتے... اس لیے کہ اس کی چابیاں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ہمارے والد صاحب اس کی چابیاں کسی کو نہیں دیتے، ہاں ان کے پاس ضرور ہیں... لیکن وہ حوالات میں ہیں۔''

''حوالات میں بھیجنے سے پہلے ان کی تلاشی لی گئی تھی، ان کے پاس چابیاں نہیں تھیں۔'' آفیسر نے منہ بنایا۔

''تب پھر انہوں نے گھر میں کہیں رکھی ہوں گی، ہمیں اس جگہ کا بالکل کوئی علم نہیں... سچ تو یہی ہے کہ ان کی بہت سی چیزوں کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں۔''

''خیر! میں معلوم کر لیتا ہوں۔''

یہ کہ کر اس نے کسی کو فون کیا، فون پر صورت حال بتائی... اور فون بند کر دیا... چند منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی... جواب سن کر انسپکٹر نے فون بند کر دیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا:

''آپ کی والدہ کو معلوم ہے... اس سیف کی چابیاں کہاں ہیں۔''

''اچھی بات ہے... میں ان سے پوچھ آتا ہوں۔'' محمود بولا۔

''آپ نہیں جا سکتے... ہم لیڈی کانسٹیبل کو بھیج دیتے ہیں... آپ صرف یہ بتا دیں... وہ کون سے گھر میں ہیں۔''

''ساتھ والے مکان میں، دائیں ہاتھ۔'' محمود نے کہا۔

انسپکٹر نے ہدایات دیں... ایک بار پھر انہیں انتظار کرنا پڑا، پھر وہ اندر آئی اور بولی۔

''چابیاں باورچی خانے میں موجود ہیں۔''

محمود اندر گیا اور چابیاں اٹھا لایا... اب اس تجوری کا دروازہ کھولا گیا... پوری تجوری الٹ پلٹ کر ڈالی گئی... لیکن انہیں اپنے مطلب کی چیز نہ ملی... البتہ سیف میں سرکاری فائلیں ضرور موجود تھیں، ان سب پر قبضہ کر لیا گیا۔

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں... یہ فائلیں سرکاری ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''جی ہاں بالکل... لیکن اب چونکہ انسپکٹر صاحب یہاں نہیں ہیں، اس لیے سرکاری فائلوں کی یہاں کوئی ضرورت نہیں رہی۔''

''شکریہ بہت بہت۔'' محمود پریشانی کے عالم میں بولا۔

پھر وہ تمام فائلیں اٹھا کر لے گئے... انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔

''ابھی تک کچھ اندازہ نہیں ہو سکا۔'' پروفیسر بولے۔

''ہمیں جمشید سے کسی نہ کسی طرح رابطہ قائم کرنا ہوگا۔''

''محمود تم بھابھی صاحبہ کو ہی لے آؤ... وہ ہمیں کچھ بتانے والی تھیں۔''

''اوہ ہاں! یاد آیا۔'' محمود نے کہا اور چلا گیا... جلد ہی وہ اپنی والدہ کو لے کر آیا اور انہیں باورچی خانے میں پہنچا دیا۔

''میں کہ رہی تھی کہ ان سے ملاقات کی ترکیب بتا سکتی ہوں۔''

''ہمیں اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ان سے ملاقات کی

ہے... لہٰذا آپ فوراً ترکیب بتا دیں۔''

''فوراً کیسے بتا دوں... کیا آپ لوگ بالکل بھول گئے۔''

''کیا بالکل بھول گئے۔''

''یہ کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔''

''اوہ ہاں! واقعی... یہ تو ہم بھول ہی گئے... دراصل حالات کچھ اس قسم کے ہیں کہ ہم سب کچھ بھول چکے ہیں۔''

''خیر میں لکھ کر دے دیتی ہوں۔'' انہوں نے کہا۔

پھر ایک منٹ بعد ان کی آواز سنائی دی۔

''باورچی خانے سے آ کر یہ کاغذ لے لو۔''

محمود اندر گیا اور کاغذ لے آیا، انہوں نے کاغذ پر لکھی ترکیب پڑھی اور حیرت زدہ رہ گئے۔

○

''کیا آپ اس شخص کو پہچانتے ہیں۔''

''ہاں! کیوں نہیں... اس شخص کا نام سید شاہ ہے۔''

''خوب! درست نام بتایا... کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ اس سے کس طرح واقف ہیں۔''

''یہ شخص آج سے دو سال پہلے مجھے دفتر میں ملا تھا، اس نے بتایا تھا کہ اس کا گھر سرحد کے بالکل قریب ہے۔ یعنی یہ سرحدی گاؤں میں رہتا ہے، کچھ روز سے یہ سرحد پر پراسرار سایوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے... بے

خوابی کا مریض ہے... گرمیوں کا موسم ہے... یہ اپنے گھر کی چھت پر ٹہلتا رہتا ہے... لہٰذا اس نے سوچا، یہ اطلاع میں آپ کو دوں۔ میں نے اعتراض کیا کہ آپ کو تو فوجی چوکی پر جا کر رپورٹ کرنا چاہیے تھی... سرحد کی حفاظت اور نگرانی تو ان کا کام ہے، اس پر اس شخص نے مجھے بتایا کہ پہلے اس نے یہی کیا تھا... لیکن فوجیوں نے کوئی توجہ نہ دی... اس کا مطلب ہے... اس بات کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں تھی... چنانچہ اسے یہاں آنا پڑا، میں نے اس کے گھر کا پتا لیا، پھر میں ایک رات اس سے ملا۔ وہ رات میں نے اس شخص کی چھت پر گزاری... لیکن کوئی بات دیکھنے میں نہ آئی۔ اس کے بعد بھی میں کئی بار وہاں گیا، لیکن کچھ نظر نہ آیا... اس دوران یہ صاحب مجھ سے بہت اچھی طرح ملتے رہے... کبھی کبھار فون بھی کر لیتے تھے... یہی وجہ ہے کہ یہ صاحب مجھے آج تک یاد ہیں۔'' یہاں تک کہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

''بس... یا کچھ اور بھی۔''

''جی بس... اس شخص کی کہانی تو بس اتنی ہی ہے۔''

''لیکن...'' سیکریٹری صاحب پرزور انداز میں بولے۔

لیکن سے آگے جب انہوں نے کچھ بھی نہ کہا تو انہوں نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرائے، پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔

''لیکن اس شخص کی کہانی بالکل مختلف ہے؟''

''اور وہ کیا ہے؟'' انسپکٹر جمشید بے چین ہو گئے۔

''بہتر ہوگا کہ آپ خود ہی اگل دیں۔'' وہ بولے۔

''آپ کا مطلب ہے... میں نے جھوٹی کہانی سنائی ہے۔''

''خیال نہیں... یقین ہے۔''

''لیکن میں نے جھوٹ نہیں بولا۔''

''مجھے افسوس ہے انسپکٹر جمشید... آپ نے سفید جھوٹ بولا ہے۔''

''آخر اس شخص کا بیان کیا ہے۔''

''بہت خوف ناک۔''

''کیا مطلب... کیا کہتا ہے یہ۔'' وہ تیز لہجے میں بولے۔

''یہ کہ... وہ کہتے کہتے رک گئے... بغور انسپکٹر جمشید کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے... اس وقت انسپکٹر جمشید نے شدید بے چینی محسوس کی... سیکریٹری عاقل خان کے انداز سے صاف نظر آ رہا تھا... کوئی بہت خوف ناک بات تھی جو وہ بتانے جا رہے تھے۔

''آپ پھر خاموش ہو گئے۔''

''انسپکٹر جمشید... آپ ہماری قوم کے ہیرو ہیں... قوم آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہے... لیکن اندر سے آپ کیا ہیں... یہ ہمیں اب پتا چلا ہے... اور جب اس قوم کو پتا چلے گا، اس وقت اس کا کیا حال ہوگا... بہرحال کیا آپ بتا سکتے ہیں... آپ نے اتنی دولت کہاں سے حاصل کی...''

''اتنی دولت... کیا مطلب... کتنی دولت۔''

''آپ بہت انجان بنتے ہیں... گویا آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کے تین مختلف بنکوں میں اکاؤنٹ ہیں۔''

''وہ تو ہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''اور ان میں کتنی بڑی بڑی رقمیں ہیں...''

''میں غریب آدمی نہیں ہوں... یہ دولت میرے پاس بہت پہلے

سے خاندانی چلی آ رہی ہے... اگرچہ میں اس میں سے بے تحاشہ خرچ بھی کرتا رہتا ہوں... لیکن پھر بھی یہ کم ہونے میں نہیں آتی... اب اس میں کیا کر سکتا ہوں۔''

''کم ہو بھی کیسے... آپ کے آمدنی کے ذرائع بہت لاجواب ہیں۔'' سیکریٹری کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

''آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''یہ کہ میں خاندانی دولت کی بات نہیں کر رہا ہوں... اس کا حساب ہمارے پاس ہے، اس کے علاوہ... آپ کے اکاؤنٹوں میں اس وقت تین ارب روپے جمع ہیں۔''

''کیا!!!'' وہ چلا اٹھے۔

☆☆OO☆☆

ترکیب

"امی جان! آپ کی ترکیب بہت خوب ہے... ہم جا رہے ہیں، آپ ہمارے لیے دعا کرتی رہیے گا۔" محمود نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" وہ بولیں۔

اور پھر وہ پانچوں باہر نکل آئے... خان رحمان کی گاڑی میں بیٹھے اور روانہ ہو گئے... جلد ہی ان کی گاڑی ایک بڑے سے گھر کے سامنے رکی...

محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی... جلد ہی دروازہ کھلا۔ باہر نکلنے والا شخص حیرت زدہ رہ گیا۔

"آپ... آپ لوگ؟"

"آپ ہمیں دیکھ کر گھبرا گئے... خان چاچا" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں نہیں... نہیں۔" اس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"کیا نہیں نہیں۔"

"آپ مجھ سے نہیں مل سکتے... مجھے خان صاحب نے ہدایت کر رکھی ہے... آپ لوگوں کے سائے سے بھی دور رہوں۔"

"ضرور یہی بات ہو گی... لیکن سوال ملک کا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"ہمارے ملک کے خلاف ایک خوفناک سازش ہو رہی ہے... اور یہ سازش ہمارے والد صاحب سے شروع کی گئی ہے... ابھی ہمیں یہ معلوم نہیں کہ سازش کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا... بس پھر ہم آپ کے پاس چلے آئے ہیں۔"

"مم... میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا... مجھے کچھ معلوم نہیں ہے... دوسری بات یہ کہ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"دوسری بات یہ کہ کیا؟"

"مجھے ہدایات ملی ہیں، اگر آپ میری طرف آئیں تو میں انہوں فون کر دوں۔"

"اچھی بات ہے... اگر آپ ملک کو تباہی سے نہیں بچانا چاہتے تو ہم چلے جاتے ہیں۔"

"ہاں یہی بہتر ہے، آپ فوراً یہاں سے چلے جائیں..."

"ہم جا رہے ہیں، لیکن یہ بات یاد رکھیے گا... اس سازش سے اگر ملک کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کی ذمے داری آپ پر بھی ہو گی۔"

"کیوں... مجھ پر کیوں ہو گی بھلا؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر آپ ہماری مدد کریں تو ہم اس سازش کے خلاف بہت کچھ کر سکیں گے اور اس بات کا امکان ہے کہ ملک کے خلاف یہ سازش کامیاب نہ ہو سکے..."

"پہلی بات تو اس سلسلے میں یہی ہے کہ ملک کے خلاف کوئی سازش ہو

ہی نہیں رہی۔''

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔''

''معاملہ صرف انسپکٹر جمشید صاحب کا ہے... اور بس۔''

''یہ آپ کی غلط فہمی ہے اور اس غلط فہمی کا اندازہ آپ کو بعد میں ہوگا۔''

''خیر... دیکھا جائے گا... میں خود کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا...''

''آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔''

''ہے، خان صاحب پہلے ہی وارننگ دے چکے ہیں۔''

''اچھی بات ہے، آپ خود کو بچالیں... آپ کی مرضی۔''

ایک بار پھر وہ جانے کے لیے مڑے... ایسے میں فرزانہ تڑپ سے گری اور ساکت ہوگئی...

''ارے ارے... فرزانہ... کیا ہوا تمہیں۔''

وہ صاحب بھی گھبرا گئے... ایسے میں پروفیسر داؤد اور باقی سب فرزانہ پر جھک چکے تھے... پروفیسر داؤد نے اس کی نبض چیک کی، آنکھوں کے پپوٹے اٹھا کر دیکھے، آخر انہوں نے کہا۔

''حیرت ہے... یہ تو بے ہوش ہوگئی ہے۔''

''تب تو شاید اسے ہسپتال لے جانا پڑے گا۔'' محمود نے کہا۔

''ایک منٹ۔'' فاروق نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

سب نے اس کی طرف دیکھا، فاروق نے فوراً کہا۔

''انکل ساجد خان چاچا صاحب... آپ کے گھر میں... کیمفر موجود ہے۔''

''کیمفر... وہ کیا ہوتا ہے۔'' خان چاچا کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

''ایک ہومیو پیتھک دوائی... آپ کے بیٹے احسان خان کو معلوم ہے، ہم نے ایک بار انہیں دی تھی... وہ بھی اکثر بے ہوش ہو جاتے ہیں نا۔''

''اوہ اچھا... میں ساجد کو بلاتا ہوں۔''

''کیا ہم فرزانہ کو اٹھا کر اندر نہ لے چلیں۔'' خان رحمان نے کہا۔

''نن... نہیں... خان صاحب۔''

''خان صاحب کچھ نہیں کہیں گے آپ کو... یہ فرزانہ کی بے ہوشی کا معاملہ ہے۔''

''کیا بات ہے بابا۔'' ایسے میں اندر سے آواز آئی۔

انہوں نے فاروق کی عمر کے ایک لڑکے کو باہر آتے دیکھا... پھر وہ فرزانہ کو زمین پر پڑے دیکھ کر بری طرح اچھلا۔

''ارے یہ کیا... فرزانہ بہن کو کیا ہوا۔''

''بے ہوش ہوگئی ہے... آپ کے پاس کیمفر ہے نا...''

''ارے تو آپ دروازے پر کیوں کھڑے ہیں... انہیں اندر لے آئیں نا۔'' احسان خان بولا۔

''نہیں... یہ اندر نہیں جا سکتے... تم نہیں جانتے۔''

''میں نہیں جانتا... کیا نہیں جانتا... یہ میرے کلاس فیلو ہیں... اور ان کی بہن بے ہوش پڑی ہیں... ایک بار میں ان سے ملنے گیا تھا... وہاں بے ہوش ہو گیا تھا... آپ نہیں جانتے... انہوں نے میرے لیے کیا کیا تھا... پھر گھر تک بھی پہنچایا تھا اور آپ کہہ رہے ہیں... یہ اندر نہیں جا سکتے... آخر

کیوں۔''

''تم بچے ہو... میں قانون کی وجہ سے مجبور ہوں۔'' خان چاچا کے منہ سے نکل گیا۔

''آپ قانون کی وجہ سے مجبور ہیں... یہ کیا بات ہوئی۔''

''اس وقت پورے ملک میں ان لوگوں سے جو شخص بھی ملے جلے گا... وہی قانون کی نظروں میں آجائے گا... عاقل خان صاحب نے ہمیں پہلے ہی خبردار کر دیا ہے۔''

''لیکن بہر حال یہ میرے دوست ہیں۔''

''اور تم بچے ہو... تم اندر جا کر کیمفر لے آؤ۔'' خان چاچا نے سرد آواز میں کہا۔

ساجد نے بے چارگی کے عالم میں ایک نظر ان کی طرف دیکھا... پھر برا سا منہ بناتے ہوئے اندر چلا گیا... جلد ہی انہوں نے اندر چیخنے کی آواز سنی... کسی عورت نے بلند آواز میں کہا تھا۔

''ارے! یہ کیا... ساجد کو کیا ہوا؟''

خان چاچا یہ سن کر گھبرا گئے اور اندر کی طرف دوڑ پڑے، انہوں نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا... پھر فاروق نے دبی آواز میں کہا۔

''ساجد بہت اچھا جا رہا ہے...''

''خاموش! دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔'' فرزانہ جلدی سے بولی۔

''حد ہو گئی... ان محترمہ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ بے ہوشی کی

حالت میں بولا نہیں جا سکتا۔''

''اوہ سوری! میں تو بھول ہی گئی تھی۔''

''اور تم یہ بھی بھول گئی ہو کہ بے ہوشی کی حالت میں اپنے بھول جانے کا اعلان بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

''اندر... اندر ساجد بھی بے ہوش ہو گیا ہے... مجھے نہیں معلوم... کیمفر کون سی دوا ہے اور اس کی الماری میں سے کیسے تلاش کی جائے۔ مہربانی فرما کر اندر آ جائیں۔''

''شکریہ... کیا ہم فرزانہ کو بھی لے آئیں۔''

''ہاں! لے ہی آئیں...''

پھر وہ اندر آ گئے، ساجد کی الماری میں سے کیمفر کی شیشی مل گئی۔ پہلے انہوں نے ساجد کو سنگھائی... اس نے صرف چند سیکنڈ میں آنکھیں کھول دیں... پھر فرزانہ کو بھی سنگھائی... وہ بھی ہوش میں آ گئی...

''مم... میں... کہاں ہوں۔''

''خان چاچا کے گھر میں۔''

''اوہ... مجھے ہوا کیا تھا۔''

''بے ہوشی کا دورہ پڑ گیا تھا... اور تمہیں ہی نہیں... بے چارے ساجد کو بھی پڑ گیا تھا... اللہ کا شکر ہے... دونوں ہوش میں آ گئے اور فرزانہ اب اٹھ چلو... کہیں عاقل خان صاحب کو سن گن نہ ہو جائے اور خان چاچا کی مصیبت نہ آ جائے۔''

خان چاچا نے جلدی سے سر ہلا دیا... گویا وہ بھی چاہتے

تھے کہ یہ لوگ جلد از جلد وہاں سے چلے جائیں۔

اور پھر وہ وہاں سے نکل آئے... خان چاچا اب بھی انہیں عجیب سی نظروں سے گھور رہا تھا۔ شاید اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ لوگ وہاں کیوں آئے تھے۔

''جانے سے پہلے آپ سے ایک درخواست ہے۔'' محمود نے کہا۔

''اور وہ کیا؟'' اس نے جلدی سے کہا۔

''آپ ہماری یہاں آمد کے بارے میں عاقل خان صاحب سے ذکر نہ کریں... ورنہ آپ بھی شک کی زد میں آ جائیں گے۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں... خیر آپ تو جائیں... دیکھا جائے گا۔'' اس نے کندھے اچکائے دیے۔

اور پھر وہ اپنی گاڑی میں آ بیٹھے۔ گاڑی چل پڑی... کافی فاصلے پر آنے کے بعد اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ ان کا تعاقب نہیں کیا جا رہا... محمود نے کہا۔

''کیا آپ اپنا کام کر آئے ہیں پروفیسر انکل۔''

''ہاں! فکر نہ کریں... جونہی خان چاچا عاقل خان کو فون کرے گا، یا عاقل خان خان چاچا کو فون کریں گے... ہمارے آلے پر اشارہ ملے گا اور ہم ساری گفتگو سن سکیں گے۔''

''بہت خوب۔''

عین اسی وقت اشارہ موصول ہوا۔ خان صاحب نے فوراً گاڑی سڑک سے اتار دی اور انجن بند کر دیا۔ ساتھ ہی پروفیسر صاحب نے آلے کا بٹن دبا دیا... جلدی انہوں نے خان چاچا کی آواز سنی۔

جلدی کرو

''ہاں! انسپکٹر جمشید یہی بات ہے، آپ کو بتانا پڑے گا کہ آپ نے تین ارب روپے کیسے حاصل کیے ہیں۔''

''مجھے کسی تین ارب کے بارے میں معلوم نہیں...''

''بہت خوب! ہمیں امید تھی، آپ یہی کہیں گے۔'' عاقل خان طنزیہ لہجے میں بولے۔

''گویا آپ کہنا چاہتے ہیں، میں جھوٹ بول رہا ہوں۔''

''صرف جھوٹ نہیں... سفید جھوٹ۔'' عاقل خان بولے۔

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

''وہ ضرور رحم فرمائے گا... لیکن ہم پر... ملک کے غدار پر نہیں۔''

''کیا!!!'' انسپکٹر جمشید چلائے... ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہیں زندگی میں یہ جملہ بھی سننا پڑے گا... یہ انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ پھر انسپکٹر جمشید بولے۔

''یہ آپ نے بہت سنگین بات کہہ دی...''

''ہمارے پاس ثبوت موجود ہے... پہلا ثبوت! آپ کے بنکوں میں تین ارب روپے جمع ہیں، آپ سید شاہ سے ملتے رہے ہیں، ہم نے اسے گرفتار کیا ہے، اس نے بیان دیا ہے کہ آپ نے آذر بائی جان کو ملکی راز فروخت کیے ہیں...''

''آذر بائی جان کو... آپ کیا کہ رہے ہیں، سید شاہ بے شک مجھ سے ملا تھا، لیکن وہ ایک اتفاقی ملاقات تھی، اس کے بعد بھی وہ فون وغیرہ کرتا رہا ہے، لیکن میں نے ملک کا کوئی راز اس کے ذریعے آذر بائی کو نہیں دیا، انسپکٹر جمشید مر تو سکتا ہے، ملک کا راز کسی کو نہیں دے سکتا۔''

''زبانی طور پر یہ بات ضرور کہی جا سکتی ہے، لیکن آپ کا عمل اس کے خلاف ہے، سید شاہ کی گواہی ریکارڈ کر لی گئی ہے... اس نے تین ججوں کے سامنے بیان دیا ہے... تفصیلات بتائی ہیں... تبھی تو آپ کی گرفتاری کے احکامات جاری ہوئے ہیں۔''

''تب پھر آپ مجھے عدالت میں پیش کریں... اگر آپ اپنا کیس ثابت کریں تو مجھے شوق سے پھانسی پر چڑھا دیں۔''

''یہی تو مشکل ہے۔'' عاقل خان مسکرائے۔

''جی... کیا فرمایا، یہی تو مشکل ہے... کیا مشکل ہے۔''

''آپ پر مقدمہ خفیہ عدالت میں چلایا جائے گا... عوام کو کبھی یہ یقین نہیں دلایا جا سکے گا کہ آپ نے ملک کے راز فروخت کیے ہیں... لہٰذا پورے ملک میں فساد برپا ہو جائے گا...''

''اس کا مطلب ہے، آپ مجھ پر مقدمہ کھلی عدالت میں نہیں چلائیں گے۔''

''بالکل نہیں...''

''کیا اس طرح آپ خود قانون کی خلاف ورزی نہیں کریں گے، میں ایک آزاد شہری ہوں... لہٰذا میرا یہ حق ہے کہ عدالت میں مجھے اپنی صفائی کا موقع دیا جائے۔''

''آپ کو صفائی کا موقع دے کر ہم پورے ملک کا امن تباہ نہیں کر سکتے۔''

''لیکن میری گرفتاری کی خبروں کا آپ کیا کریں گے... گرفتاری کی خبریں پڑھ کر اور سن کر کیا عوام نہیں اٹھ کھڑے ہوں گے۔''

''ہاں! وہ اٹھیں گے... لیکن آپ کا بیان انہیں صابن کے جھاگ کی طرح بٹھا دے گا۔ آپ ٹی وی پر پوری قوم کے سامنے جرم کا اقرار کریں گے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔''

''یہی تو مزے کی بات ہے...'' عاقل خان مسکرائے۔

''کیا مطلب... کون سی بات مزے کی ہے۔''

''آپ ٹی وی سکرین پر پوری قوم کے سامنے بیان دیں گے کہ آپ نے ملک کے راز دشمن ملک کو یا دشمن ملکوں کو فروخت کیے ہیں۔''

''آخر میں یہ بیان کیوں دوں گا۔''

''ملک کو بچانے کے لیے۔''

''کیا کہا... ملک کو بچانے کے لیے... گویا اس طرح ملک بچ جائے اور اگر میں یہ بیان نہیں دوں گا تو ملک نہیں بچے گا۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''یہ بات انوکھی ترین... میرے خیال میں تو اس طرح ملک اور

زیادہ خطرات میں گھر جائے گا۔"

"یہ آپ کا خیال ہے... ملک کے دانش وروں کا نہیں۔ ان کا خیال وہی ہے جو میں بتا چکا ہوں۔"

"ایسا نہیں ہوگا... میں ٹی وی سکرین پر یہ اقرار نہیں کروں گا۔"

"گویا آپ اس ملک کو بچانا نہیں چاہتے۔" سیکریٹری عاقل خان نے سرد آواز میں کہا۔

"بچانا چاہتا ہوں، اسی لیے تو بیان نہیں دوں گا۔"

"ہمارے نزدیک یہ آپ کی ایک اور ملک دشمنی ہوگی..."

"آپ کے نزدیک... میرے نزدیک یہ وطن کو بچانا ہوگا۔"

"آپ یہ بیان دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"آپ کوشش کرلیں۔"

عاقل خان نے ماتحتوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے فون پر کسی کے نمبر ملائے... جواب ملنے پر ریسیور ان کی طرف بڑھا دیا۔

"کس کا فون ہے؟"

"سن لیں! اندازہ ہو جائے گا۔"

انہوں نے حیرت زدہ انداز میں ریسیور لے لیا۔ دوسری طرف سے صدر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر جمشید آپ کو آپ کے ملک کا صدر یہ حکم دے رہا ہے کہ آپ یہ بیان دیں۔ آج تک آپ نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ آپ قانون کا حد درجے احترام کرتے ہیں، قانون کے محافظوں سے پنجہ آزمائی نہیں کرتے... پھر اب کیوں حکم نہیں مان رہے۔"

"کیا واقعی یہ آپ کا حکم ہے سر۔"

"ہاں! بالکل۔"

"آپ مجھے تحریری حکم بھیج دیں سر۔"

"کیا فضول بات ہے جمشید... کبھی ایسا بھی ہوا ہے... ہم لوگ تحریری حکم نہیں دیا کرتے... زبانی حکم چلتا ہے... آپ کو یہ بیان دینا ہوگا... کیونکہ ملک کی بچت اسی میں ہے۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا سر۔"

"آپ اس ملک کے دانش وروں میں سے ایک نہیں ہیں... دانش وروں کا فیصلہ یہی ہے۔"

"تب ان دانش وروں کی طرف سے مجھے تحریری حکم بھجوا دیں۔"

"یہی نہیں ہو سکتا... اور یہ سن لو جمشید... اگر تم نے بیان نہ دیا تو بھی آپ پر غداری کا مقدمہ چلے گا... آپ کو غدار ثابت کرنا ہمارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

"کیا ٹھیک ہے؟"

"میں مقدمے کا سامنا کروں گا۔"

"کیا کہا... گویا تم میرے کہنے پر یہ بیان نہیں دو گے۔"

"نہیں سر۔" وہ بولے۔

"کیا کہا... نہیں سر۔"

"میں نے یہی کہا ہے سر... میں بیان نہیں دوں گا... آپ عدالت میں مجھے غدار ثابت کر دیں۔"

"تمہارے خلاف ثبوت کس قدر پختہ ہیں... تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"کوئی بات نہیں سر... میں اپنا مقدمہ لڑوں گا۔"

"او کے جمشید... تمہاری مرضی... تم نے ملک کے صدر کا حکم نہیں مانا۔"

"اس کی بھی وجہ ہے سر۔" وہ مسکرائے۔

"اور وہ وجہ کیا ہے۔"

"آپ مجھے غدار ثابت کر کے ملک کو بچانا چاہتے ہیں نا سر۔"

"ہاں! بالکل۔" وہ جلدی سے بولے۔

"میں بھی اس ملک کو بچانا چاہتا ہوں... لیکن میں خود کو غداری کے الزام سے بچا کر ایسا کروں گا۔"

"تم بہت بڑی بھول میں ہو جمشید۔"

"نہیں سر... اللہ کی مہربانی سے میں بھول میں نہیں ہوں۔"

"تمہاری مرضی جمشید... فون عاقل خان کو دو۔"

انہوں نے فون عاقل خان کو دے دیا... انہوں نے صدر کی بات سنی اور فون بند کر دیا، پھر کمرے میں موجود لوگوں سے بولے۔

"انسپکٹر جمشید نے صدر کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے... اب یہ دہرے مجرم ہیں... لہٰذا انہیں دہرے مجرم کے درجے پر رکھا جائے۔"

یہ کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے چلے گئے... ساتھ ہی کمرے کے دروازے بند کر لیے گئے، انہیں مزید رسیوں سے کس دیا گیا... پھر ایک ڈاکٹر ان کی طرف بڑھا... اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔ اس نے ایک انجکشن تیار کیا اور ان کی طرف بڑھا۔

"یہ انجکشن کیسا ہے ڈاکٹر۔"

"آپ کے چودہ طبق روشن کر دے گا یہ انجکشن۔"

"کیا آپ یہ کام قانون کے دائرے میں رہ کر کر رہے ہیں۔" انہوں نے پوچھا:

"میں ان حضرات کا حکم مان رہا ہوں... سیکریٹری صاحب نے مجھے ہدایات دی تھیں کہ میں ان لوگوں کی ہدایات پر عمل کروں گا... سیکریٹری صاحب کا حکم مان کر میں ملک کے قانون کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔"

"او کے ڈاکٹر... آپ بھی عدالت میں جواب دینے کے لیے تیار رہیے گا... جج صاحب آپ سے پوچھیں گے... آپ نے انسپکٹر جمشید کو کون سا انجکشن دیا تھا... اور کیا اس انجکشن کو لگانا قانونی تھا یا غیر قانونی تھا... اُس وقت عدالت میں ڈاکٹری پیشے سے متعلق اور ماہرین بھی ہوں گے... لیکن اس وقت شاید سیکریٹری صاحب عدالت میں نہیں ہوں گے... ہوں گے تو بھی وہ بیان دیں گے... میں نے ڈاکٹر صاحب کو ایسا کوئی انجکشن لگانے کا حکم نہیں دیا تھا۔"

"اوّل تو وہ انکار نہیں کریں گے... کریں گے تو بھی میں اپنے پیشے کے لحاظ سے جواب دے سکوں گا... میں دراصل آپ کو سکون کا انجکشن لگا رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور ان کے بازو میں سوئی گھونپ دی۔

جلد ہی انسپکٹر جمشید کی گردن ڈھلک گئی...

"چلو جلدی کرو۔"

کمرے میں موجود ان کے انچارج نے کہا اور پھر وہ بلا کی رفتار سے حرکت میں آ گئے۔

☆☆OO☆☆

سرخیاں

"سر! انسپکٹر جمشید کے بچے اور ان کے دوست یہاں آئے تھے۔"

"میرا پہلے ہی یہ خیال تھا... خیر... پھر تم نے انہیں کیا بتایا۔"

"انہوں نے بہت زور مارا، بڑی کاری گری دکھائی... لیکن میں نے انہیں ایک لفظ بھی نہیں بتایا... اور پھر وہ ناکام ہو کر چلے گئے۔"

"خیر بھئی... یہ تو نہیں ہو سکتا خان چاچا۔" سیکریٹری عاقل خان کی آواز ابھری۔

"جی... کیا مطلب... کیا نہیں ہو سکتا؟"

"یہ کہ وہ ناکام ہو کر چلے گئے... ایسے تو وہ نہیں ہیں... ذرا تفصیل سے سنائیں... وہ آئے، پھر انہوں نے کیا کچھ کیا... کیا کچھ پوچھنا چاہا۔"

خان چاچا نے ساری تفصیل سنا دی... فرزانہ کے بے ہوش ہو کر گرنے کے ذکر پر عاقل خان زور سے چونکے۔

"یہ ہے خطرے والی بات۔"

"جی کیا مطلب؟"

"پہلے آپ آگے بتائیں۔"

خان چاچا نے ساری بات سنا دی... پھر اس کے خاموش ہونے پر عاقل خان بولے۔

"اس میں گڑبڑ لگتی ہے... لہٰذا آپ انسپکٹر جمشید کے بارے میں کوئی بات نہ کہیں... میں ابھی ماہرین کے ساتھ آتا ہوں... میرا انتظار کریں... میرے آنے تک کہیں نہ جائیں... نہ کسی سے کوئی بات کریں۔"

"لل... کیا کوئی خطرہ ہے۔" خان چاچا نے ہکلا کر کہا۔

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

اور پھر عاقل خان وہاں پہنچ گئے... ان کے ساتھ ماہرین تھے۔ انہوں نے خان چاچا کے گھر میں آلات کی تلاش شروع کر دی۔

"آخر آپ کیا چیز تلاش کر رہے ہیں؟" خان چاچا نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"وہ یہاں ضرور کوئی آلہ چھپا کر گئے ہیں... اور اب کہیں بیٹھے یہاں ہونے والی گفتگو سن رہے ہوں گے۔"

"اوہ... تب تو اچھا ہوا، میں نے انسپکٹر جمشید کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔"

"ہاں! اسی لیے میں نے آپ کو خبردار کر دیا تھا... یہ لوگ بہت تیز ہیں... انسپکٹر جمشید کو نکال لے جانے کی پوری کوشش کریں گے... اس وقت تک بھی یہ لوگ صرف اس لیے رکے ہوئے ہیں کہ ابھی انسپکٹر جمشید کی طرف سے انہیں ایسا کرنے کا اشارہ نہیں ملا... نہ انسپکٹر جمشید نے خود کوئی کوشش کی... لیکن کب تک... آخر ان لوگوں کو حرکت میں آنا ہو گا..."

آلات کی تلاش میں آدھ گھنٹا لگ گیا... لیکن ماہرین

کوئی آلہ تلاش نہ کر سکے... چنانچہ جمع ہو کر ان کے پاس آگئے۔

''نہیں سر... اس گھر میں کوئی خفیہ آلہ موجود نہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہو بھئی... یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔''

''ہمارے پاس بہت حساس آلات ہیں سر... اگر یہاں کوئی آلہ ہوتا تو وہ فوراً اس کی نشان دہی کرتے۔''

''میں کہتا ہوں... ایک بار پھر اطمینان کر لیں۔'' عاقل خان بولا۔

''جی اچھا۔''

انہوں نے پھر اپنا کام شروع کر دیا... آدھ گھنٹے بعد وہ پھر ان کے پاس جمع ہوئے۔

''نہیں سر... یہاں کوئی آلہ نہیں ہے۔''

''اچھا کمال ہے... بغیر کوئی کام دکھائے چلے گئے... پھر آئے کیوں تھے اور فرزانہ بے ہوش کیوں ہوئی تھی۔''

''ہو سکتا ہے سر... وہ سچ مچ بے ہوش ہو گئی ہو۔''

''اور خان چاچا کے صاحب زادے بھی سچ مچ بے ہوش ہو گئے تھے... کیا یہ اتفاق حیرت انگیز نہیں... میں ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں... خیر پوری طرح ہوشیار رہو، ان لوگوں کو انسپکٹر جمشید کی ہوا تک نہ لگے۔''

''آپ فکر نہ کریں سر... اب انسپکٹر جمشید جہاں ہیں... وہاں کسی کا ذہن نہیں جا سکتا... اور نہ ہم میں سے کسی سے وہ کچھ معلوم کر سکتے ہیں۔'' ان کے ایک ماتحت نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے... اب کل کے اخبارات کی تیاری کرو۔''

''جی اچھا۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

پھر وہ وہاں سے رخصت ہو گئے... دوسری طرف وہ گاڑی میں بیٹھے یہ ساری گفتگو سن چکے تھے۔

''پروفیسر انکل! آپ کو کامیابی مبارک ہو... وہ آپ کے چھپائے ہوئے آلے تلاش نہیں کر سکے... اور نہ ان کے آلات انہیں کوئی اشارہ دے سکے... یہ بہت زبردست کامیابی ہے... ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے... ان لوگوں نے ابا جان کو کسی بہت خفیہ جگہ منتقل کر دیا ہے... آخری جملہ عاقل خان کا اور زیادہ پریشان کن ہے، یہ کہ اب اخبارات کی تیاری کرو... اس سے بھلا کیا مطلب ہو سکتا ہے ان کا۔''

''اخباری دنیا میں ہمارے بہت ہمدرد موجود ہیں... ہم ابھی پتا لگا لیتے ہیں۔''

اور پھر انہوں نے اپنے دوست نمائندوں کو فون شروع کیے، لیکن انہیں ابھی تک حکومت کی طرف سے کوئی خبریں نہیں دی گئی تھیں... البتہ اخبارات کی دنیا کو یہ خبر معلوم ہو چکی تھی کہ انسپکٹر جمشید کو گرفتار کر لیا ہے۔

''اچھی بات ہے... جونہی آپ کو کوئی خبریں دی جائیں... آپ ذرا ہمیں بتا دیجیے گا۔''

''ضرور کیوں نہیں... اگر ہم اس قابل ہوئے تو۔''

''کیا مطلب انکل۔''

''حکومت اگر اخبارات شائع ہونے سے پہلے کوئی خبر چھپانا چاہے تو اس کا انتظام پہلے کر لیا جاتا ہے... اس صورت میں ہم آپ کو فون نہیں کر سکیں گے... کیونکہ حکومت کے کارندے ہمارے سروں پر بیٹھے ہوں گے۔''

"اچھی بات ہے... آپ کے لیے ممکن ہو تو بتا دیجیے گا... ورنہ پھر ہم بھی دوسروں کے ساتھ کل صبح اخبارات میں پڑھ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔"

اور پھر وہ گھر آ گئے... گھر میں موت کی سی خاموشی طاری تھی... شاید وہ آج تک اس قسم کے حالات میں کبھی نہیں گھرے تھے۔ انتظار کرتے ہوئے بہت دیر ہو گئی... کسی اخبار کے نمائندے کی طرف سے فون وصول نہ ہو... یہاں تک کہ وہ مایوس ہو گئے... ایسے میں فرزانہ نے ایک نمائندے کے گھر کے نمبر ڈائل کیے۔ ادھر سے ان کی بیگم کی آواز سنائی دی:

"آنٹی! فرزانہ بات کر رہی ہوں۔"

"سوری فرزانہ صاحبہ... میں آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتی... فون پر مجھ سے یہی کہا گیا ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ اچھا، کوئی بات نہیں آنٹی شکریہ۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

"تمام راستے بند ہیں۔"

"لیکن اللہ تعالیٰ کا راستہ کھلا ہے۔" بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"بے شک!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"مطلب یہ کہ وقت سے پہلے ہم یہ معلوم نہیں کر سکتے، اخبارات میں صبح کیا خبریں شائع ہو رہی ہیں۔" خان رحمان بڑبڑائے۔

"اگر ہم معلوم کر لیں تو بھی کیا کر لیں گے... ہم ان خبروں کو رکوا تو سکیں گے نہیں... کیونکہ حکومت ان کو شائع کرانے پر تلی ہے۔"

"بالکل ٹھیک... لے دے کر... محوارشد جاوید کاسانی صاحب

اب تو کوئی کام دکھائیں تو دکھائیں... ہم تو یہ سراغ بھی نہیں لگا سکے کہ ابا جان کو رکھا کہاں گیا ہے۔" فاروق بولا۔

"وہ بھی صبح سے پہلے کچھ نہیں کر سکتے... اخبارات کے بارے میں بھی ہم صبح سے پہلے کچھ نہیں جان سکتے... گویا اب جو کچھ ہو گا صبح ہو گا۔"

"ہم ایک کام ضرور کر سکتے ہیں۔" پھر باورچی خانے سے آواز سنائی دی۔

"ہاں! امی جان... وہ کیا؟"

"یہ رات ہم عبادت میں گزار سکتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر انہوں نے وہ رات واقعی عبادت کرتے گزار دی، آخر صبح ہوئی، انہوں نے فجر کی نماز ادا کی... جلد ہی دیر بعد اخبارات آ گئے۔ وہ بے تابانہ انداز میں اخبارات پر جھک گئے... ایک دو اخبار باورچی خانے میں دے دیے گئے۔

اور پھر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے... خبروں کی سرخیاں دل ہلا دینے والی تھیں...

"انسپکٹر جمشید کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

"ملک کے راز فروخت کرنے کا الزام۔"

"انسپکٹر جمشید نے بہت بڑی رقم کے بدلے ملک کا سودا کیا۔"

"راتوں رات انسپکٹر جمشید کو نامعلوم مقام پر پہنچا دیا گیا۔"

"ملک کی اہم ایجنسیاں ان سے تفتیش کر رہی ہیں۔"

"انسپکٹر جمشید کے بنکوں میں تین ارب روپے جمع پائے گئے۔"

"یہ رقم ان کی ذاتی رقم کے علاوہ ہے۔"

"انسپکٹر جمشید اس رقم کے بارے میں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔"

"انسپکٹر جمشید نے ارشد جاوید کاسانی کو وکیل مقرر کر لیا۔"

"ارشد جاوید کاسانی آج ضمانت کی درخواست دائر کریں گے۔"

"وزارت داخلہ کے سیکریٹری عاقل خان خود اس کیس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"بہت جلد سنسنی خیز انکشافات کی امید ہے۔"

"انسپکٹر جمشید نے سید شاہ نامی غیر ملکی شخص سے تعلقات کا اقرار کر لیا۔"

"دونوں میں خفیہ ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔"

"سید شاہ پر جب سختی کی گئی تو اس نے ان ملاقاتوں سے پردہ اٹھا دیا۔"

"سید شاہ سے اور بھی بہت اہم باتیں معلوم ہوئی ہیں۔"

"انسپکٹر جمشید کے کردار کا یہ ایک انتہائی گھناؤنا پہلو ہے۔"

اور بھی اس قسم کی سرخیاں اخبارات میں ہر طرف موجود تھیں... ان کے ہمدرد ایک اخبار نے البتہ ایک سرخی یہ جمائی تھی۔"

"عوامی ردعمل کل کے اخبارات میں پڑھیں۔"

وہ ان خبروں کو پڑھ کر سکتے میں آ گئے۔

"یہ کھلی سازش ہے۔" پروفیسر داؤد نے میز پر مکا مارا۔

"میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔" خان رحمان نے بھی مکا

مارا۔

"انکل... ہمیں صبر اور سکون سے حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا... اس میں شک نہیں، یہ ابا جان کے خلاف گھناؤنی سازش ہے... اور اس سازش کی جڑیں بہت گہری ہیں... دشمن ابا جان کا اس دنیا سے نام ونشان مٹا دینا چاہتا ہے، اسی لیے اس بار اس نے خود ہماری حکومت کے ذریعے یہ وار کیا ہے... حکومت کا بھی کوئی قصور نہیں... حکومت کے اہم ترین لوگوں کے سامنے جب سید شاہ جیسے آدمی سے بیان دلوایا گیا، تبھی حکومت حرکت میں آئی ہوگی... اور پھر بنک اکاؤنٹ نے بھی حکومت کو یقین دلایا ہوگا۔"

"اس کے باوجود... انہیں پہلے جمشید سے صفائی طلب کرنا چاہیے تھی... جب کہ ایسا نہیں کیا گیا... آخر کیوں۔"

"اس لیے کہ حکومت میں بھی بہت سے عناصر ایسے ہیں جو ابا جان کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتے۔" محمود تیز لہجے میں بولا۔

"ہوں واقعی... خیر... پہلے تو کاسانی صاحب کو فون کرتے ہیں۔"

یہ کہ کر خان رحمان نے ان کے نمبر ملائے... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"کاسانی صاحب آپ نے خبریں پڑھ لیں۔"

"ہاں! بہت خوفناک حالات ہیں... عدالت میں ہماری دال نہیں گلے گی۔"

"آپ کوشش تو کریں گے نا۔"

"وہ میرا فرض ہے، کیا آپ سراغ لگانے میں کامیاب ہو سکے یا نہیں۔"

''جی نہیں... بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔''

''خیر... آپ لوگ اپنی کوشش جاری رکھیں... میں اپنا کام کرتا ہوں، فون کردوں گا...''

''اچھی بات ہے... شکریہ۔''

یہ کہ کرانہوں نے فون بند کردیا۔ اب مارے پریشانی کے ان کی جان پر بن گئی... سب پر سکتے کا عالم طاری تھا۔

''اب... اب کیا کریں۔'' پروفیسر بولے۔

اسی لمحے دروازے پر زوردار دستک ہوئی... وہ گھبرا گئے... محمود تیزی سے دروازے پر گیا، میجک آئی سے باہر دیکھا اور پھر اس نے دروازہ کھول دیا... باہر اخباری نمائندوں کی پوری فوج موجود تھی... گویا وہ ان کی طرف کی خبریں لینے آئے تھے... انہوں نے ان سب کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور اپنی ساری معلومات انہیں دے دیں... ایسے میں پروفیسر داؤد بولے۔

''میں اب اس ملک کے لیے کوئی خدمت انجام نہیں دوں گا۔''

عین اس لمحے کئی بڑی گاڑیاں باہر آکر رکیں... وہ بری طرح اچھلے۔

☆☆OO☆☆

اُف مالک

پھر کئی پولیس آفیسران کے ڈرائنگ روم میں آدھمکے۔

''آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے... انسپکٹر جمشید کے سلسلے میں اخبارات میں صرف وہ بات شائع ہوسکتی ہے... جس کی ہم آپ کو اجازت دیں گے... لہٰذا آپ جو کچھ شائع کرنا چاہیں... پہلے ایس ایس پی صاحب کے دفتر میں چیک کرالیں... جتنے مواد کی اجازت دے دیں... بس اتنا شائع کیا جائے... اس سے زائد اگر آپ نے اپنی مرضی سے شائع کیا تو اخبار کا اجازت نامہ کینسل ہو جائے گا... اس بات کو ذہنوں میں اچھی طرح بٹھا لیں... اور جو خبریں حکومت اپنی طرف سے آپ کو دے... ان کو شہ سرخیوں سے شائع کیا جائے گا... ان کی طرف کی خبروں کو حکومت کی نظروں سے گزارنے کے بعد بھی چھوٹی چھوٹی سرخیوں کے ساتھ نیچے یا دوسرے صفحات پر شائع کیا جائے گا... آپ لوگ سمجھ گئے...''

پولیس آفیسر نے یہ کہ کر ان سب پر ایک نظر ڈالی... ان کے چہروں پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا... انہوں نے سر ہلا دیے... اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

"تب پھر اس کاغذ پر دستخط کر دیں... یہ دستخط اس بات کے گواہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو حکومت کے احکامات پہنچا دیے۔"

ان سب نے دستخط کر دیے... پولیس کے جانے کے بعد ان کے چہرے اور زیادہ لٹک گئے... پھر انہوں نے جلدی جلدی خبریں لکھیں اور رخصت ہو گئے... کیونکہ اب انہیں ان خبروں کو چیک بھی کرانا تھا...

اسی شام کاسانی صاحب کا فون انہیں وصول ہوا۔

"میری تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئی... میری رائے ہے... انوار الحق صاحب سے آپ لوگ خود مل لیں... وہ آپ تینوں پارٹیوں کے بہت بڑے قدر دان ہیں... امید ہے، وہ ضرور کوئی مدد کر سکیں گے۔"

"کیا آپ ان سے نہیں ملے۔"

"ہم لوگ تو صرف عدالت میں بات کرتے ہیں... ذاتی طور پر ملاقاتیں نہیں کرتے... حکومت ہمارے لائسنس کینسل کر سکتی ہے۔"

"اچھی بات ہے... ہم ان سے ملیں گے... آپ فکر نہ کریں... اور ہاں! آپ اپنے دوست وکلا کے ساتھ مشورہ بھی کریں۔"

"میں یہ کام پہلے ہی کر رہا ہوں۔"

رات کے وقت انہوں نے جج انوار الحق صاحب سے ملاقات کی... وہ بہت اداس تھے۔ ان کی طرف دیکھ کر غمگین انداز میں مسکرائے۔

"میں جانتا تھا... آپ لوگ آئیں گے... لیکن حکومت بھی یہ بات جانتی ہے۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"آپ لوگوں سے پہلے حکومت اس بارے میں مجھ سے بات کر چکی ہے... مجھے وارننگ دے دی گئی ہے... یہ ملک کی سالمیت کا مسئلہ ہے... لہٰذا آپ انسپکٹر جمشید کی ضمانت کے سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ مجھ سے ایک کاغذ پر دستخط بھی لے لیے گئے ہیں۔"

"اوہ... اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

بہت دیر تک خاموشی طاری رہی... آخر فرزانہ نے کہا:

"کیا آپ ان حالات میں ہمیں کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتے۔"

"فرزانہ" وہ بولے۔

"جی... فرمایئے؟" فرزانہ بولی۔

"فرزانہ" انہوں نے پھر کہا۔

"جی... فرمایئے۔"

"فرزانہ" انہوں نے پھر کہا۔

وہ چونک اٹھے... وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے... انہوں نے ان کی طرف غور سے دیکھا...

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں... کہ ہم فرزانہ سے مشورہ کریں... لیکن یہ تو پہلے سے ہمارے ساتھ ہے۔"

"فرزانہ! وہ پھر بولے... ساتھ ہی انہوں نے کہا۔

"اب آپ لوگ جائیں۔"

وہ الجھن کے عالم میں وہاں سے رخصت ہو گئے۔

"جج انوار الحق صاحب ہم سے کیا کہنا چاہتے ہیں بھلا..."

"یہ کہ فرزانہ سے ترکیب کیوں نہیں پوچھتے... جب تم لوگ عام

حالات میں فرزانہ سے ترکیب پوچھتے ہو... تو اب کیا بات ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"بالکل یہی بات ہے۔" خان رحمان نے پرجوش انداز میں کہا۔

"چلو فرزانہ... ترکیب بتاؤ۔" محمود اس کی طرف گھوم گیا۔

"ہم... میں ترکیب بتاؤں۔"

"ہاں... تم ترکیب بتاؤ گی... اور یہ جج صاحب کا حکم ہے... انہوں نے یہ حکم بلاوجہ نہیں دیا... اس کا مطلب ہے... ضرورت اس وقت اس بات کی ہے کہ تم دماغ پر زور دو اور وہ بات جان لو... جو جج صاحب ہم سے نہیں کہہ سکے، اور وہ اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتے تھے۔"

"اوہ!" فرزانہ اچھلی... پھر وہ گہری سوچ میں گم ہو گئی۔ باقی بھی سوچ میں ڈوب گئے... صرف گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دیتی رہی۔ آخر کار فرزانہ کے جسم میں پرجوش حرکت ہوئی... اس کے منہ سے نکلا۔

"اف مالک!"

☆☆OO☆☆

ان کا مطلب

مطلب یہ کہ تمہیں کوئی بات سوجھ گئی۔"

"ہاں کیوں نہیں... الحمدللہ!"

"تب پھر بتاؤ..." محمود بے چین ہو گیا۔

"ہمارے پاس صرف اور صرف ایک راستہ ہے اور وہ راستہ ہے سید شاہ۔"

"کیا مطلب؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اس سارے چکر کا مرکز ہے سید شاہ..."

"لیکن وہ تو خود پولیس کی حراست میں ہے... اور ظاہر ہے، ہم اس سے نہیں مل سکتے۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کوئی پروا نہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"ہم اس سے نہیں مل سکتے... اس کے گھر تو جا سکتے ہیں... ہمیں اس کے گھر کا اندر سے جائزہ لینا ہو گا..."

"افسوس! ہم نہیں جانتے... وہ کہاں رہتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک... اور نہ ہمیں کوئی بتائے گا۔" پروفیسر داؤد نے برا سامنہ بنایا۔

"ٹیلی فون ڈائریکٹری۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اوہ ہاں... واقعی۔"

اور پھر وہ فون ڈائریکٹری پر جٹ گئے... اب الجھن یہ پیش آئی کہ سید شاہ نام کے بہت سے لوگ تھے ولدیت اور پتا انہیں معلوم نہیں تھا... لہٰذا ڈائریکٹری سے بھی معلوم نہ ہو سکا۔

"ہم ابا جان کی پرانی ٹیلی فون بک کو بھول گئے... اس میں سید شاہ کا فون نمبر ضرور ہوگا۔"

"ویری گڈ۔"

جلدی ہی دو سال پہلے کی فون بک میں سید شاہ کا نام اور فون لکھا ہوا دیکھ رہے تھے، نام کے آگے پتا بھی لکھا تھا۔

"اب کیا خیال ہے... ہم براہ راست وہاں چلیں..."

"پہلے فون کرنا مناسب ہوگا اور فون بھی ہمیں نہیں... بھابی صاحبہ کو کرنا چاہیے... ہو سکتا ہے، وہاں بھی ہمارا راستہ بند کر دیا گیا ہو۔"

"تجویز معقول ہے۔" محمود نے سر ہلا دیا۔

"چلو پھر... بھابی صاحبہ سے کہو... فون کریں... اور معلوم کرنے کی کوشش کریں... ہم ان سے ملاقات کر سکتے ہیں یا نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

بیگم جمشید نے ان کی تمام بات چیت سنی تھی، چنانچہ انہوں نے نمبر ملائے، جلدی ہی ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔

"مسز سید شاہ بات کر رہی ہوں... فرمائیے۔"

"اور میں ہوں، شکیلہ بیگم۔" انہوں نے بیگم جمشید کہنا مناسب خیال نہ کیا... ان کے منہ سے شکیلہ بیگم نکلتے سن کر انہوں نے تائید میں سر ہلا دیا۔

"میرا خیال ہے... میں آپ کو نہیں جانتی۔"

"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں... ایک ضروری سلسلے میں... کیا آپ مجھ سے ملاقات کرنا پسند کریں گی۔"

"میں کہ نہیں سکتی۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جی کیا مطلب... آپ کیا نہیں کہ سکتیں۔"

"یہ کہ میں ملاقات کر سکتی ہوں یا نہیں... مجھے پولیس سے اجازت لینا پڑے گی، آج کل دراصل ہمارا مسئلہ الجھا ہوا ہے... ہمارے گھر کے چاروں طرف پولیس موجود ہے... یہاں آنے والے ہر شخص کو پہلے اچھی طرح چیک کیا جاتا ہے... جب تک ان کا اطمینان نہیں ہو جاتا، اس وقت تک وہ کسی کو اندر نہیں آنے دیتے۔"

"تو کیا خواتین کو بھی ان سے ملنے کی اجازت نہیں۔"

"میں ان سے معلوم کرتی ہوں... لیکن پہلے تو آپ بتائیں... آپ کیا چاہتی ہیں۔ کیوں مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

"میرے پاس کچھ نایاب چیزیں ہیں، میں ان کو فروخت کرنا چاہتی ہوں..." بیگم جمشید نے تیر چلایا۔

"آپ کو کیسے پتا... کہ میں نایاب چیزوں کی شوقین ہوں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جو لوگ یہ کام کرتے ہیں... وہ ایسی معلومات بھی رکھتے ہیں۔"

''اچھی بات ہے... میں سب انسپکٹر صاحب سے بات کرتی ہوں۔''

''شکریہ... میں فون پر ہی موجود ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔''

جلد ہی اس کی آواز سنائی دی۔

''آپ آ تو سکتی ہیں... لیکن پہلے پولیس اپنا اطمینان کرے گی... آپ کی تلاشی وغیرہ لی جائے گی...''

''کیا مردانہ پولیس تلاشی لے گی۔'' انہوں نے گھبرا کر کہا۔

''یہ بھی معلوم کرنا پڑے گا۔''

''تو مہربانی فرما کر معلوم کریں۔''

اور پھر انہیں بتایا گیا کہ خاتون لیڈی پولیس تلاشی لے گی۔''

''ٹھیک ہے... اب آپ مجھے ملاقات کا وقت بتادیں۔''

''آپ آج رات آٹھ بجے آجائیں۔''

''یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... یہ بات چیت ان سب نے سنی تھی۔

''اب کیا خیال ہے امی جان۔''

''اگر آپ سب کی رائے ہے تو میں بیگم سید شاہ سے مل آتی ہوں۔''

''ہاں! یہ تو آپ کو کرنا ہوگا... گھر کا جائزہ لے آسکتی... پھر ہم نصف رات کو اس گھر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔''

''او کے۔''

اور پھر بیگم جمشید نے کچھ نایاب چیزیں ایک بیگ میں رکھ

لیں... ایسے موقعوں کے لیے ان کے پاس دوسرا شناختی کارڈ تھا۔ اس میں انسپکٹر جمشید کا نام نہیں تھا... وہ کارڈ شادی سے پہلے کا تھا...

رات کو آٹھ بجے وہ ایک ٹیکسی میں سید شاہ کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ جونہی وہ آگے بڑھیں، پولیس ان کے راستے میں آگئی۔

''میں نے بیگم سید شاہ سے ملاقات کا وقت لیا ہے... وہ بتا چکی ہیں... تو میری تلاشی لی جائے گی۔''

''اوہ اچھا! آپ وہ ہیں۔''

انہوں نے سر ہلا دیا۔ پھر ایک خاتون پولیس آفیسر انہیں ایک طرف لے گئی۔ ایک درخت کی اوٹ میں رہتے ہوئے، اس نے ان کی تلاشی لی... آخر میں اس بیگ کو کھولنے کے لیے کہا۔

''اس میں صرف نادر چیزیں ہیں... یہی چیزیں میں بیگم سید شاہ کو دکھانے کے لیے لائی ہوں۔''

''پہلے ان کو میں دیکھوں گی۔'' پولیس آفیسر نے آنکھیں نکالیں۔

''جیسے آپ کی مرضی۔''

اور انہوں نے بیگ کھول دیا، بیگ میں واقعی حیرت انگیز چیزیں موجود تھیں اور حد درجے قیمتی بھی... پولیس آفیسر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''تم یہ بیگ سید شاہ کو فروخت کرنا چاہتی ہو؟'' اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''جی... جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''اور اس طرح تم ان سے کافی دولت کماؤ گی۔''

''جی... میں مناسب منافع پر فروخت کروں گی۔'' وہ بولیں۔

"لیکن اس نفع میں سے میرا بھی حصہ ہوگا... ورنہ میں تمہیں مشکوک قرار دے دوں گی اور اندر نہیں جانے دوں گا۔"

"آپ کا حصہ، میں کچھ بھی نہیں۔"

"ان میں سے کوئی ایک چیز مجھے دے دو... اس صورت میں تم اندر جاسکو گی۔"

بیگم جمشید سوچ میں پڑ گئیں... یہ عورت ان سے رشوت طلب کر رہی تھی، لیکن بیگم جمشید سچ تو یہ کام کرتی نہیں تھیں۔ انہیں تو کسی طرح اندر داخل ہونا تھا، گھر کا جائزہ لینا تھا... اس عورت سے تو وہ بعد میں بھی نبٹ سکتے تھے... چنانچہ انہوں نے کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ ان میں سے اپنی پسند کی ایک چیز لے لیں۔"

اس نے ایک قیمتی انگوٹھی اٹھالی... وہ دھک سے رہ گئی، انگوٹھی ہیرے کی تھی اور بیگم خان رحمان کی تھی... لیکن اب وہ کیا کر سکتی تھیں۔ انہوں نے اس پولیس آفیسر کا چہرہ اپنی یادداشت میں محفوظ کرلیا۔ ادھر وہ انہیں دروازے کی طرف لائی اور دوسرے پولیس آفیسر سے بولی۔

"میں نے اپنا اطمینان کرلیا ہے، لہٰذا آپ انہیں اندر جانے دیں۔"

"لیکن ابھی ہمارا اطمینان بھی تو ضروری ہے۔" پولیس آفیسر مسکرایا۔

"اوہ... واقعی... یہ تو میں بھول ہی گئی... خیر... آپ ایک منٹ ٹھہریں۔"

یہ کہہ کر وہ پھر انہیں اسی درخت کی اوٹ میں لے آئیں۔

"تم ان کا مطلب سمجھ گئی ہو؟"

مطلب تو وہ سمجھ گئیں تھیں، لیکن انجان بن کر بولیں۔

"آپ بتا دیں... کیا مطلب ہے ان کا... میں ذرا مطلب سمجھنے کے معاملے میں اناڑی ہوں۔"

"ان کا مطلب ہے، ایک چیز انہیں بھی دیں۔"

"اوہ... لیکن یہ تو مجھے بہت مہنگا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں... تم اندر قیمتیں زیادہ بتانا۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر انہیں ایک اور چیز دینا پڑی... اس بار اس نے ایک لاکٹ اٹھایا... یہ بھی بیگم خان رحمان کا تھا اور حد درجے قیمتی تھا... وہ دل ہی دل میں مسکرائیں... پھر انہیں اندر جانے دیا گیا۔ صدر دروازے کے اندر سید شاہ کے ملازم نے ان کا استقبال کیا۔

"اس طرف تشریف لائیے... بیگم صاحبہ اپنے کمرے میں ہیں۔"

"بھئی... کوٹھی تو بہت خوب صورت ہے۔" انہوں نے چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! ہمارے شاہ صاحب بہت اچھے ذوق کے مالک ہیں۔"

انہوں نے چونک کر ملازم کی طرف دیکھا... ایسا جملہ پڑھا لکھا آدمی ہی بول سکتا تھا۔

"کیا ہوا... آپ میری طرف ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں۔"

"لگتا ہے... آپ کافی پڑھے لکھے ہیں۔"

"درست اندازہ لگایا۔"

"پھر آپ یہ ملازمت کیوں کر رہے ہیں۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ملازمت کا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے... سفارش اور رشوت کے بغیر کہیں کام نہیں بنتا۔"

"آپ مجھ سے ملیے... بلکہ کل ہی ملیے... بہت اچھی ملازمت دلوا دوں گی آپ کو... میرا فون نمبر لکھ لیں... پھر میں آپ کو بتا دوں گی۔"

"جی اچھا۔" وہ خوش ہو گیا... انہوں نے اسے اپنی ایک سہیلی کا نمبر لکھوایا... اپنا نمبر تو وہ دے نہیں سکتی تھیں، کیونکہ یہاں بیگم جمشید کی حیثیت سے نہیں آئی تھیں۔ پھر انہیں ایک کمرے میں لایا گیا... یہاں ادھیڑ عمر کی ایک عورت سیاہ لباس میں بیٹھی نظر آئی... وہ صوفہ نما کرسی میں نیچے دراز تھی... انہیں دیکھ کر اس نے صرف ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ انہوں نے اس سے ہاتھ ملایا۔

"ماشاء اللہ! آپ کی کوٹھی تو بہت ہی خوب صورت ہے۔"

"آپ نے ابھی صرف باہر سے دیکھی ہے... اندر سے دیکھیے... اس کی خوب صورتی کا اندازہ تو آپ کو اس وقت ہو گا۔"

"اگر آپ دکھانا پسند کریں تو ضرور دیکھوں گی۔"

"پہلے تو آپ وہ چیزیں دکھائیں..." انہوں نے کہا۔

انہوں نے بیگ کھول دیا... بیگم سید شاہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ کافی دیر تک سب چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتی رہی... آخر بولی۔

"یہ تو واقعی بہت نادر چیزیں... لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ یہ ہیں بھی اصلی... ہو سکتا ہے... مصنوعی سونے اور جعلی ہیروں کی ہوں۔"

"آپ شوق سے چیک کرا سکتی ہیں۔"

"اتفاق سے میرے شوہر خود ایسی چیزوں کو پہچان لیتے ہیں... میں انہیں بلاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ساتھ والے کمرے میں چلی گئی... ادھر بیگم جمشید کا مارے حیرت کے برا حال ہو چکا تھا۔

☆☆OO☆☆

جواہرات

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور بیگم سید شاہ ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ انہوں نے فوراً چہرے پر نقاب ڈال لیا۔

''محترمہ! آپ نے یہ ہیرے جواہرات کہاں سے حاصل کیے ہیں۔''

''یہ ہماری اپنی خاندانی چیزیں ہیں، اس میں میری ایک دوست کی چیزیں بھی شامل ہیں۔'' انہوں نے بتایا۔

''لیکن ہم کیسے یقین کرلیں۔'' سید شاہ نے کہا۔

''کس بات پر؟'' انہوں نے پوچھا:

''اس بات پر کہ یہ چوری کے نہیں ہیں۔''

''میں ان کی خریداری کی رسیدیں دکھاؤں گی... آپ فون کرکے ان جیولرز سے تصدیق کرلیں۔''

''ٹھیک ہے... لیکن ہمیں یہ کیسے پتا چلے گا کہ آپ وہی ہیں جس نے زیورات خریدے تھے۔ ہوسکتا ہے، آپ نے زیورات کے ساتھ رسیدیں بھی چرائی ہوں۔''

''خریداری کے وقت میں نے رسید پر دستخط کیے تھے، جوہری کے دستخط بھی موجود ہیں... میرے دستخط ان دستخطوں سے ملا کر دیکھ لیجیے گا۔'' انہوں نے اب بھی پورے سکون سے کہا۔

''خوب خوب! آپ کے پاس تو ہر سوال کا معقول جواب ہے... لیکن محترمہ ابھی تک میں یہ نہیں جان سکا... آپ ان زیورات کو کیوں فروخت کرنا چاہتی ہیں اور آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میری بیگم ایسی چیزوں کی بہت زیادہ شوقین ہیں۔''

''ہم جیسے لوگ بڑے بڑے لوگوں کی بیگمات سے ملتے رہتے ہیں، بیگمات اپنے جیسے شوقین خواتین کا ذکر بھی دیتی ہیں، بلکہ ایسی باتیں باتوں میں ہم معلوم کرلیتے ہیں۔''

''آپ کا یہ جواب بھی معقول ہے... اب ایک آخری بات... کیا آپ اجازت دیں گی، میں شہر کے ماہر ترین جیولر کو بلالوں اور اس سے زیورات چیک کرالوں۔''

''ہاں! ضرور! کیوں نہیں۔'' وہ بولیں۔

''تب پھر آپ کو آدھ گھنٹے انتظار کرنا ہوگا... آپ میری بیگم سے باتیں کریں... چائے وغیرہ پییں... میں اسے بلاتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔''

اور وہ پھر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

''یہاں بیٹھ کر باتیں کرنے کے بجائے ہم کیوں نہ آپ کی کوٹھی میں گھوم پھر کر باتیں کریں۔''

''کوئی حرج نہیں... آئیے... اور میں ذرا ملازم سے چائے کے

لیے کہ دوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"چائے پینے میں کوئی حرج بھی تو نہیں۔" بیگم سید شاہ نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر وہ گھوم پھر کر کوٹھی دیکھنے لگیں... آخر اس طرح آدھ گھنٹا گزر گیا... تب وہ اسی کمرے میں چلی آئیں... انہوں نے وہاں ایک عمر رسیدہ آدمی کو بیٹھے دیکھا... اس کے ساتھ سید شاہ بھی تھے۔

"محترمہ! انہیں اپنے زیورات دکھائیے۔"

"جی اچھا۔"

انہوں نے بیگ کھول دیا۔ جوہری ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ آخر اس نے چونک کر کہا۔

"ارے! یہ تو بالکل نقلی ہیں۔"

"کیا!!! سید شاہ چلائے۔

پھر اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا... ساتھ ہی اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا، جلد ہی ملازم اندر داخل ہوا۔

"باہر جو پولیس والے موجود ہیں، ان میں سے دو کو اندر لے آؤ۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں، یہ نقلی ہیں۔"

"میرا دن رات کا کام یہی ہے۔"

"لیکن میرا دعویٰ ہے، یہ سو فیصد اصلی ہیں، لہٰذا مجھے بھی اپنے جوہری کو بلانے کی اجازت دی جائے۔"

"تو آپ کا بھی کوئی جوہری ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں... آخر میں نے بھی تو یہ کسی سے خریدے ہیں اور ان کی رسیدات بھی میرے پاس ہیں، جب میں اسے یہاں بلاؤں گی، یہ زیورات اور رسیدیں اس کے سامنے رکھوں گی۔ اس وقت اس کا جواب سنیے گا، پھر آئے گا مزہ۔"

"خیر... ہم یہ بھی کر لیں گے... فی الحال تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ آپ فرار ہونے کی کوشش نہ کیجیے گا۔"

"اچھی بات ہے... میں بھلا فرار ہونے کی کوشش کیوں کروں گی، جب کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔"

"یہ تو وقت بتائے گا۔" سید شاہ نے سرد آواز میں کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔"

پھر دو پولیس والے اندر داخل ہوئے۔

"یہ عورت فراڈ ہے، نقلی زیورات فروخت کرنے آئی تھی... آپ لوگ اسے حراست میں لے لیں... میں ذرا ان کے جوہری کو بلا لوں، ہاں! آپ اپنے جوہری کا نام اور فون نمبر بتا دیں۔"

انہوں نے نام اور فون نمبر بتا دیا... پھر بولیں۔

"میرے سامنے اسے فون کریں۔"

"ضرور... کیوں نہیں... یہ لیں آپ خود فون کر دیں انہیں۔"

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" سید شاہ کا جوہری گھبرا گیا۔

"بس آپ دیکھتے جائیں۔"

"لیکن عورت کے جوہری نے آ کر کہہ دیا کہ زیورات اصلی ہیں تو پھر آپ کیا کریں گے۔"

''آپ بس دیکھتے جائیں۔'' سید شاہ نے مسکرا کر کہا۔

ان کے کان کھڑے ہو گئے... اس کا مطلب تھا، سید شاہ کوئی چکر چلا رہا تھا... اس کا جوہری جانتا تھا، زیورات بالکل اصلی ہیں، اس لیے وہ دوسرے جوہری کا آنا کیسے پسند کر سکتا تھا... جب کہ اس کی بات کے جواب میں اس نے دونوں بار یہ کہا تھا... آپ بس دیکھتے جائیں...

ان حالات میں ان کا پریشان ہونا قدرتی بات تھی... لیکن اب کر بھی کیا سکتی تھیں... وہ تو زیورات کے بہانے اس کوٹھی کا جائزہ لینا چاہتی تھیں، تاکہ رات کے وقت ان کے ساتھی آسانی سے اندر داخل ہو سکیں... دوسرے یہ کہ انہیں تو معلوم تھا، سید شاہ زیر حراست ہے... لیکن وہ تو گھر میں بالکل آزاد نظر آ رہا تھا... البتہ پولیس اس کے گھر کی حفاظت کر رہی تھی... یہ حالات پریشان کن تھے... اور ان کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی.. آخر ان کا جوہری بھی وہاں آ گیا... اس نے ساری بات سنی... اب چونکہ بیگم جمشید نقاب میں تھیں اور وہ اپنا تعارف بیگم جمشید کے طور پر کرا نہیں سکتی تھیں، اس لیے... انہوں نے رسیدیں اور زیورات نکال کر ان کے سامنے رکھ دیے... ان رسیدوں کو پڑھ کر وہ چونکا۔

''یہ... یہ آپ...''

''ہاں! میں شکیلہ ہوں... آپ اچھی طرح جانتے ہیں... آپ صرف اتنا بتا دیں... میں نے اور میری سہیلی شہناز بیگم نے یہ زیورات آپ سے خریدے تھے نا۔''

''ب... بالکل۔'' اس نے بوکھلا کر کہا...

''آپ نے یہ بات گھبرا کر کیوں کہی۔'' سید شاہ نے اسے گھورا۔

''میں سوچ رہا ہوں... یہ کیا چکر ہے۔''

''یہ چکر آپ کے خلاف نہیں، اس لیے آپ بغیر کسی خوف کے جواب دیں۔''

''یہ درست ہے... زیورات میرے تیار کردہ ہیں... ان میں کوئی کھوٹ نہیں... اگر کوئی ان میں کھوٹ ثابت کر دے تو میں یہ پیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا اور جرمانہ بھی ادا کروں گا۔''

''آپ کا مطلب ہے... یہ زیورات بالکل اصلی ہیں۔'' سید شاہ نے حیران ہو کر کہا۔

''بالکل اصلی ہیں۔''

''میرا خیال ہے... یہ صاحب جوہری وہ جوہری نہیں ہیں، اس خاتون کے ساتھی ہیں... لہٰذا انہیں بھی گرفتار کر لیا جائے اور ان سے یہ تمام زیورات لے لیے جائیں۔''

''کیا کہہ رہے ہیں... میں اور نقلی جوہری ہوں... میں جوہری مارکیٹ کا مشہور جوہری ہوں... میرا نام سردار بڑے بھائی ہے... آپ میرے کاغذات دیکھیں، میرے ساتھ مارکیٹ چلیں... آپ کو اندازہ ہو جائے گا، البتہ یہ جو آپ کے جوہری ہیں، میں نے انہیں آج تک مارکیٹ میں نہیں دیکھا... یہ ضرور فراڈ ہیں۔'' انہوں نے غصے کے عالم میں کہا۔

''اس کا فیصلہ تو اب عدالت میں ہو گا، کون فراڈ ہے اور کون نہیں، سید صاحب آپ انہیں گرفتار کرا دیں... انہیں فراڈ ثابت کرنا میرا کام ہو گا۔''

''اچھی بات ہے... ان لوگوں کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کرا دیں... آپ کو معلوم ہی ہے... آئی جی صاحب کی آپ کو کیا ہدایات

ہیں۔''

''جی... ہاں بالکل۔'' پولیس آفیسر نے جلدی سے کہا... پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا، وہ ان کی طرف بڑھے۔

''کیا ہدایات ہیں، آپ کو آئی جی صاحب کی طرف سے۔'' بیگم جمشید نے تیز لہجے میں کہا۔

''یہ کہ جو سید صاحب کہیں، وہ کیا جائے۔''

''حیرت ہے... کمال ہے... یہ تو قانون ان کے ہاتھ میں دینے والی بات ہوگئی۔''

''انہیں لے جائیں۔'' سید شاہ نے برا سا منہ بنایا۔

''میں نہیں سمجھ سکا... میں کس جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہوں... ہمارے زیورات بالکل اصلی ہیں... یہ خاتون بھی آپ کو دھوکا دینے نہیں آئیں... اور میں تو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ زیورات اصلی ہیں یا نقلی... پھر آخر مجھے کس لیے گرفتار کیا جا رہا ہے۔''

''یہ اعتراض بھی آپ عدالت میں کریں گے۔''

''اچھی بات ہے... یونہی سہی... لیکن ہم بھی آپ پر الٹا کیس دائر کریں گے۔'' جوہری نے کہا۔

''ضرور کریں... کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔'' وہ مسکرا دیا۔

اور پھر انہیں وہاں سے باہر لایا گیا... ایک گاڑی میں بٹھایا گیا۔ گاڑی روانہ ہوگئی۔

''یہ... یہ سب کیا چکر ہے... آخر آپ کو یہاں زیورات فروخت کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔'' جوہری کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

''ضرورت پیش آتے کیا دیر لگتی ہے... لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہاں ایسا سلوک بھی ہو سکتا ہے۔''

''اب سوچ لیں... کیونکہ۔'' پولیس آفیسر نے طنزیہ انداز میں کہا اور جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

''کیونکہ کیا؟''

''کیونکہ پھر تو آپ کو غور کا موقع بھی مشکل ملے گا... اس لیے ابھی سوچ لیں اور اس سوچ سے جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، اٹھا لیں۔''

''پتا نہیں... آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا... کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''اچھی بات ہے... اگر ہمارے ساتھ کوئی غیر قانونی سلوک ہوا تو آپ بھی جواب دینے کے لیے تیار رہیے گا۔''

''مجھے تو خیر جواب دینے کی ضرورت پیش آئے گی نہیں۔''

''کیوں؟'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''اس لیے کہ آئی جی صاحب کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں... اور میرے ساتھی بھی... ذمے داری کسی کے سر آئے گی تو سید شاہ کے... اور بس۔''

اچانک گاڑی ایک عمارت میں داخل ہوگئی... بیگم جمشید حیرت زدہ رہ گئیں۔

عمارت کے اندر جلاد قسم کے کئی آدمی نظر آئے... ان کی موٹی موٹی آنکھوں سے خوفناکی ٹپک رہی تھی... بیگم جمشید اور جوہری کو دیکھ کر

انہوں نے دانت نکال دیے...

''معلوم ہوتا ہے... سید صاحب نے آپ کو فون کر دیا ہے۔''

''ہاں بالکل... نئے مہمانوں کو اندر لے چلو... پرانے مہمان کے پاس۔''

''پرانے مہمان کے پاس... کیا مطلب؟''

''آپ دونوں سے پہلے یہاں ایک مہمان اور موجود ہیں... چل کر پہلے ان کی حالت ملاحظہ فرمائیں۔''

پھر جونہی انہیں ایک کمرے میں لایا گیا... وہ بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

☆☆OO☆☆

سازش رے سازش

انہیں انسپکٹر جمشید ایک کرسی سے جکڑے ہوئے نظر آئے، جکڑنے کا نظام کرسی ہی میں موجود تھا... باندھنے کے لیے رسیوں سے کام نہیں کیا گیا تھا... انہوں نے دیکھا انسپکٹر جمشید بالکل بے ہوش تھے... ان کا چہرہ نیلا نظر آ رہا تھا... ہونٹ پھٹے ہوئے تھے، سر پر کئی جگہ سے خون بہہ کر بالوں سے چپٹ گیا تھا، ناک پچکی نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں کے اردگرد بھی خون لگا ہوا تھا... وہ بہت آہستہ آہستہ سانس لے رہے تھے۔ اسی طرح ان کا باقی جسم بھی زخموں سے چور لگ رہا تھا... یہ منظر اس قدر خوفناک تھا کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''جوہری صاحب... آپ نے پہچانا... یہ کون ہیں؟''

''نن نہیں... میں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا۔'' اس نے کانپ کر کہا۔

''حالانکہ آپ انہیں بہت دفعہ دیکھ چکے ہیں۔''

''کیا مطلب... یہ... یہ کون صاحب ہیں... اور ان کی یہ حالت کیوں بنائی گئی ہے۔''

''یہ آپ کے ملک کے قومی ہیرو ہیں... انہوں نے ملک کے لیے

ہمیشہ قربانیاں دی ہیں... ملک کے لیے سب کچھ کیا ہے... انہوں نے ملک کے لیے وہ کارنامے انجام دیے ہیں، جو شاید آج تک کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکا... انہوں نے ملک اور اسلام کے دشمنوں کو ناکوں چنے چبوائے ہیں... انہوں نے غیر ملکی جاسوسوں سے بار بار ٹکر لی ہے... بین الاقوامی جاسوسوں سے مقابلے کیے ہیں... ان مقابلوں میں انہوں نے دن رات ایک کیے ہیں، انہوں نے کبھی آرام اور چین کی پروا نہیں کی... جب بھی ان کے ذمے کوئی کام لگا، پھر انہوں نے اس کو انجام دے کر چھوڑا، دن دیکھا، نہ رات... اپنا تن، من دھن ... اپنی اولاد اپنے دوست سب کے سب ملک کی خدمت کے لیے لگا دیے ... سر سے لے کر پیر تک انہوں نے ملک کی خدمت کی... آج انہیں ان خدمات یہ صلہ دیا گیا ہے... ان کا نام... جوہری صاحب... ان کا نام انسپکٹر جمشید ہے۔"

"کیا... نہیں۔" جوہری پوری قوت سے چلا اٹھا۔

"خوب! بہت خوب! یہ تو آپ نے اپنا آپ آخر ظاہر کر دیا... میں نے پہلے ہی سید شاہ سے کہہ دیا تھا... انسپکٹر جمشید کے بچے یا بیوی یا دوست ضرور دخل اندازی کریں گے... قانون کے راستے میں روڑے ضرور اٹکائیں گے... بس وہ پوری طرح خبردار تھے... جونہی آپ ان کے گھر میں داخل ہوئیں، انہوں نے مجھے فون کر دیا... اور میں نے ان سے کہہ دیا کہ ان خاتون محترمہ کو یہیں بھجوا دیں..."

یہ الفاظ کہنے والا ساتھ والے دروازے سے کمرے میں داخل ہوا... انہوں نے دیکھا... وہ کوئی غیر ملکی تھا۔ اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"آپ کی تعریف۔"

"مجھے میجر ہارڈنگ کہتے ہیں... میرا تعلق انشارجہ سے ہے... میں نے آپ کی حکومت کو یہ اطلاع دی تھی کہ انسپکٹر جمشید ملک سے غداری کر رہے ہیں۔"

"غداری..." جوہری کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں! غداری... انہوں نے ملک کے راز چند اسلامی ملکوں کو فروخت کیے ہیں۔"

"اسلامی ملکوں کو فروخت کیے ہیں... تب پھر آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق... اور سید شاہ کا کیا تعلق؟"

"سید شاہ کا تعلق آذر بائی جان سے ہے... انہوں نے آذر بائی جان کو وہ راز سید شاہ کے ذریعے بیچے ہیں۔"

"خوب خوب! تب پھر حکومت نے سید شاہ کو کیوں گرفتار نہیں کیا۔"

"اس لیے کہ وہ حکومت کا گواہ بن گیا ہے... وہ انسپکٹر جمشید کے خلاف سب سے بڑا گواہ ہے۔"

"اس صورت میں انہیں سرکاری حوالات میں رکھا جانا چاہیے تھا... انہیں یہاں کیوں رکھا گیا ہے۔"

"یہ عام کیس نہیں... اور یہ جگہ حکومت کی خفیہ حوالات کا درجہ رکھتی ہے۔"

"اوہ اچھا... تو یہ بات ہے... کیا ہم نے بھی اپنے ملک کے راز فروخت کیے ہیں... ان جوہری صاحب نے بھی فروخت کیے ہیں۔"

"آپ نے اس معاملے میں دخل اندازی کیوں کی... اس لیے آپ

یہاں موجود ہیں۔''

''آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ یہاں کیوں موجود ہیں۔''

''انہوں نے جو سرکاری راز فروخت کیے ہیں... وہ ہمارے ملک کے خلاف جاتے ہیں، اس لیے اس معاملے کو براہ راست ہم دیکھ رہے ہیں... اور ہم بہت جلد انسپکٹر جمشید کو اپنے ملک لے جائیں گے، وہاں ان پر مقدمہ چلے گے۔''

''اچھی بات ہے... اب تک ہم خاموش تھے... قانون ہمارے لیے پیروی کی زنجیر بنا ہوا تھا... اب جب ہمیں معلوم ہو چکا ہے... یہ ہمارے خلاف ایک سازش ہے... بلکہ ہمارے ملک کے خلاف سازش ہے... تو اب ہم بھی وہ کچھ کریں گے... جو ممکن ہوگا۔''

''آپ کچھ نہیں کر سکیں گے... آپ بے بس ہیں... کسی عدالت میں آپ کا کیس نہیں سنا جائے گا... انسپکٹر جمشید کی ضمانت کوئی جج نہیں لے گا۔ یہ قومی مجرم ہیں... قومی مجرم۔''

''اگر ایسا ہوا ہے تو ان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائیں۔'' بیگم جمشید نے تلملا کر کہا۔

''اس کی کوئی ضرورت نہیں... ملک کے صدر اور وزیر اعظم پوری طرح باخبر ہیں، انہیں معلوم ہے، انسپکٹر جمشید نے کیا کیا ہے۔''

''تو کیا سید شاہ خود آذربائی جان کے ہیں۔'' بیگم جمشید نے چونک کر کہا۔

''یہ خیال کیسے آ گیا...''

''آخر اتنا بڑا قدم جو اٹھایا گیا ہے... تو کسی بنیاد پر ہی اٹھایا گیا

ہے۔''

''ہاں! سید شاہ آذربائی جان کا خاص آدمی ہے۔''

''اگر انسپکٹر جمشید نے آذربائی جان کو کچھ راز دیے تھے... تب تو ان لوگوں کو انسپکٹر جمشید کا احسان مند ہونا چاہیے تھا... یہ انہوں نے کیا کیا کہ انہیں گرفتار کروا دیا۔''

''یہ انہوں نے نہیں... ہم نے کرایا ہے... ہمیں جب یہ راز معلوم ہو گیا... تو ہم نے آذربائی جان کو دھمکی دی... کہ انسپکٹر جمشید کے خلاف یہ بیان دیا جائے۔ ورنہ ہم اس پر براہ راست حملہ کر دیں گے اور پورے ملک کو چند منٹوں میں تباہ کر دیں گے۔''

چنانچہ آذربائی جان کی حکومت ڈر گئی... انہوں نے یہ بیان دے دیا کہ انسپکٹر جمشید نے ان کے ہاتھوں راز فروخت کیے ہیں، پھر اس کے بعد ہم نے آپ کی حکومت سے رابطہ کر لیا اور حکومت نے ان کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے۔''

''سب باتیں اگر درست ہوں، تب بھی... آخر یہ مقدمہ عدالت میں کیوں نہیں لے جایا گیا... انہیں غیر سرکاری حراست میں کیوں رکھا گیا ہے اور ان کی یہ حالت کیوں بنائی گئی ہے۔'' بیگم جمشید نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

''آپ کی حکومت اس سارے معاملے کو منظر عام پر نہیں لانا چاہتی۔''

''یہ عجیب بات ہے... تمام اخبارات میں ان کے خلاف خبریں شائع کرائی گئی ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں... حکومت اس معاملے کو منظر عام پر

نہیں لانا چاہتی... یہ بات کسی طرح حلق سے نہیں اتر رہی... اس کا مطلب ہے
... چکر کچھ اور ہے۔''

غیر ملکی نے پریشان ہو کر سید شاہ کی طرف دیکھا... وہ
مسکرا دیا اور بولا۔

''آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں... اس عورت کو ہم
یہاں سے جانے ہی نہیں دیں گے... ساتھ میں یہ جوہری بھی اب واپس نہیں
جائے گا...''

اگر آپ پسند کریں... تو میں بھی کچھ عرض کرنا چاہوں
گا۔'' ایسے میں جوہری بولا۔

''کیا مطلب... تم بھی کچھ کہنا چاہتے ہو۔''

''ہاں! بالکل... کیا مجھے کہنے کا حق نہیں ہے... اگر آپ مجھے یہاں
لا کر بلاوجہ میری جان لے سکتے ہیں... تو پھر کچھ کہنے کی اجازت تو ہونی
چاہیے۔''

''تم کیا کہو گے... صرف یہ کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے... تم کسی سے
کچھ نہیں کہو گے، لیکن یہاں رحم کی اپیل کام نہیں آئے گی... یہاں کا ہر راز یہیں
رہ جائے گا۔''

''اس کے باوجود میں کہوں گا... مجھے کچھ کہنے کی اجازت دی
جائے۔''

''اچھی بات ہے... ہم اس کو تمہاری آخری خواہش سمجھ کر اجازت
دے رہے ہیں... کہو۔''

''بات یہ ہے جناب کہ...'' وہ کہتا کہتا رک گیا۔

''اب رک کیوں گئے۔'' غیر ملکی نے برا سا منہ بنایا۔

''پہلے تو میں یہ جاننا چاہوں گا... آپ کا تعلق کس ملک سے ہے۔''

''تم اپنے کام سے کام رکھو۔'' اس نے تیز لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے... آپ کا تعلق انشارجہ سے ہے... آپ
انشارجہ کے ہیں... اور اس معاملے میں پوری طرح شامل ہیں۔''

''چلو یہی سہی... تو پھر... ارے تم ایک جوہری ہو... اور بات
کر رہے ہو، میرے بارے میں... اپنی بات کرو... رحم کی بھیک مانگو... شاید
میں تمہارے بارے میں کچھ پوچھنے پر مجبور ہوں۔''

''سوری۔'' جوہری بولا۔

''کیا کہا... سوری۔''

''ہاں! میں نے یہی کہا ہے... سوری۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا... جو کچھ کہنا ہے، کہو... ابھی تم دونوں
کو بھی ان کرسیوں پر بیٹھنا ہے۔''

''اچھی بات ہے... تو پھر سنیے... بلکہ بیگم جمشید... آپ سنا دیں
انہیں۔'' جوہری نے جلدی سے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔''

غیر ملکی اور سید شاہ ایک ساتھ بولے۔

☆☆OO☆☆

بات کیا ہوئی

چند لمحے تک وہ جوہری کو گھورتے رہے، پھر سید شاہ نے چیخ کر کہا۔

"شاید تمہارا دماغ خراب ہے، پہلے کہ رہے تھے، میں کچھ کہنا چاہتا ہوں... اب کہ رہے ہو... یہ کچھ کہیں گی... یہ بات کیا ہوئی۔"

"بیگم صاحبہ! آپ انہیں بتائیں... یہ بات کیا ہوئی۔"

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ آپ ہی کچھ بتا دیں۔"

"یہ دونوں شاید ہمیں پاگل سمجھتے ہیں۔" سید شاہ غرایا۔

"جب کہ ہیں یہ خود پاگل۔"

"درست کہا... آپ لوگوں کے پاس کیا ثبوت ہے... کہ انسپکٹر جمشید نے ملک کے راز آذربائی جان کو فروخت کیے ہیں۔"

"سید شاہ خود ثبوت ہیں۔" غیر ملکی بولا۔

"ہم اس ثبوت کو نہیں مانتے... عملی ثبوت پیش کریں... انہوں نے کون سے راز آذربائی جان کو فروخت کیے ہیں..."

"تم لوگ ثبوت طلب کرنے والے ہو کون؟"

"اگر سپریم کورٹ آپ سے ثبوت طلب کرے تب؟"

"سپریم کورٹ تک معاملہ جائے گا ہی نہیں... پہلے ہائی کورٹ میں مقدمہ درج کرانے کی کوشش کی جا سکتی ہے... ہائی کورٹ اس پر اعتراض لگا کر واپس کر دے گا... بار بار ایسا کیا جائے گا۔ تب بھی کچھ نہیں بنے گا... اس طرح معاملہ سپریم کورٹ تک نہیں جائے گا... کسی طرح لے جایا جائے تو وہاں بھی کچھ نہیں ہوگا... کیونکہ یہ معاملہ حکومت کا ہے۔"

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ انسپکٹر جمشید نے جو راز فروخت کیے ہیں، ان کے بارے میں وضاحت کر دی جائے۔"

"ہمیں یہ وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... اب ہم ان لوگوں کی بہت باتیں سن چکے، لہٰذا انہیں کرسیوں کی سیر کرا دو۔"

"بھائی جوہری! آپ تو مفت میں مارے گئے۔" بیگم جمشید بولیں۔

"اچھا ہی ہوا۔" جوہری نے کہا۔

"کیا کہا بھائی جوہری آپ نے۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے کہا ہے... یہ اچھا ہی ہوا۔"

"شاید آپ نے میرے شوہر کی حالت نہیں دیکھی۔"

"میرا مطلب ہے، اگر میں یہاں نہ آتا تو اس صورت میں معاملہ خراب ہو جاتا، اللہ نے مجھے یہاں بھیج دیا... اب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"لیکن دودھ اور پانی کا یہاں کیا سوال ... اور کیا کام۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"میرا مطلب ہے... مجھے بطور جوہری انہوں نے بلایا تھا۔ جوہری

کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرتا ہے... سونا، ہیرے، جواہرات اصل ہیں یا نقل... لیکن آج مجھے ہیروں میں نہیں ہیروز میں پہچان کرنا ہے، آج مجھے اصل اور نقل ہیرو کو الگ الگ کرنا ہے... اس لیے کہہ رہا ہوں... اچھا ہی ہوا۔''

''اب آپ کی باتیں عجیب سی ہو چلی ہیں۔'' بیگم جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''اس میں میرا کیا قصور۔''

''سید شاہ! کیا ہم یہاں ان کی اوٹ پٹانگ باتیں سننے کے لیے آئے ہیں۔'' ایسے میں غیر ملکی نے کہا۔

''نہیں سر... بالکل نہیں۔''

''ارے تو بندھوا دیں انہیں کرسیوں سے... اب ہمیں ان کی کیا ضرورت ہے... اخبارات میں انسپکٹر جمشید کی اس قدر کردار کشی کراؤ... اس قدر کراؤ کہ لوگ ان کے نام سے نفرت کرتے نظر آئیں...''

''ایسا نہیں ہوگا جناب۔'' جوہری بولا۔

''کیسا نہیں ہوگا۔ عوام انسپکٹر جمشید سے نفرت نہیں کریں گے... وہ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔''

''جب اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوں گی کہ اس شخص نے راز بیچ کر کس قدر بڑی بڑی رقمیں کمائی ہیں... تو ایک دن لوگ نفرت کرنے لگ جائیں گے... ہاں یہ یک دم نہیں ہوگا... پہلے لوگ شک میں مبتلا ہوں گے... پھر آہستہ آہستہ ان کا شک یقین میں بدلنے لگے گا اور آخر کار وہ یقین کرنے لگ جائیں گے کہ واقعی انسپکٹر جمشید ملک کے بہت بڑے غدار تھے۔''

''لیکن میں آپ سے کہہ چکا ہوں... ایسا نہیں ہوگا۔''

''تم... تم ایک جوہری... تمہیں ان باتوں کا کیا پتا... خود ہی کرسی پر بیٹھ جاؤ... ورنہ یہ جو تمہارے چاروں طرف کھڑے ہیں نا... زبردستی پکڑ کر بٹھا دیں گے۔''

''یہ لوگ بھی انسپکٹر جمشید سے نفرت کرنے والے نہیں ہوں گے۔'' جوہری نے کہا۔

''ہاہاہا... کیا بات کرتے ہو۔'' سید شاہ ہنسا۔

''کیوں جناب! کیا ہوا... کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی۔''

''ہاں تو اور کیا... یہاں دور دور تک انسپکٹر جمشید کو چاہنے والے نظر نہیں آئیں گے... ہم نے اپنے اردگرد بھی ایسے لوگ جمع کیے ہیں... جو انسپکٹر جمشید سے نفرت کرتے ہیں... کیوں بھئی... میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔'' یہ کہہ کر اس نے اردگرد مسلح ماتحتوں کی طرف دیکھا۔

آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں سر... میں انسپکٹر جمشید سے شدید نفرت کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے شکریہ... یہ لوگ خود تو بیٹھنے سے رہے... کون موت کی کرسی پر خوش ہو کر بیٹھتا ہے... لہٰذا انہیں تم لوگ خود بٹھاؤ۔''

''او کے سر! یہ کیا مشکل ہے۔''

اور پھر وہ ان کی طرف بڑھے... ایسے میں جوہری نے کہا۔

''آپ لوگ مجھے ہاتھ نہ لگائیے گا... ورنہ اڑ جائیں گے...'' یہ کہہ کر جوہری کمرے کے دروازے سے لگ کر کھڑا ہو گیا... دروازہ پہلے ہی اندر سے بند تھا۔

"کیا کہا... اڑ جائیں گے۔"

"ہاں! اس وقت یہ پوری عمارت میرے ایک ذرا سے اشارے سے بھک سے اڑ جائے گی... اور تم لوگوں کا نام و نشان تک نہیں رہے گا۔"

"کیا بکواس ہے۔"

"یہ بکواس نہیں حقیقت ہے... یہ دیکھو۔"

یہ کہہ کر جوہری نے اپنی قمیص اوپر اٹھا دی... ان لوگوں نے دیکھا... وہاں کئی بم بندھے تھے اور جوہری کے ہاتھ میں ننھا سا ریموٹ تھا...

"میری ایک ذرا سی حرکت سے پوری عمارت صاف۔" یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا۔

"اور تم خود بھی صاف... یہ عورت بھی صاف... انسپکٹر جمشید بھی صاف۔" سید شاہ نے خوف کے عالم میں کہا۔

"ہمارے لیے یہ نئی بات نہیں... ہم لوگ تو پہلے ہی جانیں دینے پر تلے رہتے ہیں اور آج کل تو خودکش حملوں کی خبریں روزانہ سننے میں آتی ہیں۔"

"گویا تم اپنی جان بھی ساتھ دینے پر آمادہ ہو۔"

"ہاں کیوں نہیں... اگر تم لوگوں نے انسپکٹر جمشید کو کھول نہ دیا اور ہتھیار نہ ڈال دیے تو پھر یہی کروں گا۔"

"تم ہو کون... جوہری تو ہو نہیں سکتے۔"

"جوہری تو خیر میں بہت پکا ہوں... ویسے میرا نام انسپکٹر کامران مرزا ہے۔"

"کیا!!!"

☆☆OO☆☆

منصوبہ

چند لمحے تک کمرے میں موت کا سناٹا چھایا رہا، پھر انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور مزے کی بات یہ ہے کہ میں اکیلا نہیں آیا..."

"اکیلے نہیں آئے... کیا مطلب... اور کون ہے تمہارے ساتھ۔" سید شاہ نے جھلا کر کہا۔

"ہمارے ساتھ جج انوار الحق صاحب اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب ہیں، خفیہ ادارے کے سربراہ ہیں... اور یہ سب کے سب یہاں ہونے والی گفتگو نہ صرف سن چکے ہیں، بلکہ انہوں نے اس کمرے کا منظر بھی صاف دیکھا ہے... اور دیکھ رہے ہیں... میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں صاحبان۔"

"جی... جی نہیں... بالکل نہیں۔" کمرے میں آوازیں گونجیں۔

"تب پھر اس سے کیا ہوتا ہے... حکومت تو ہمارے ساتھ ہے اور حکومت کو پتا ہے، انسپکٹر جمشید نے ملک کے راز فروخت کیے ہیں۔" غیر ملکی بولا۔

"جناب! حکومت اس وقت تک ساتھ تھی جب تک انہیں معلوم تھا

کہ انسپکٹر جمشید نے یہ جرم کیا ہے... لیکن اب معلوم ہو چکا ہے... ایسا نہیں ہے..."

"کیسے معلوم ہو چکا ہے۔"

"اگر نہیں معلوم ہوا تو اب ہو جائے گا... یہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے... یہ دیکھیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا بجلی کی تیزی سے حرکت میں آئے... انہوں نے کچھ اس طرح تابڑ توڑ انداز میں سید شاہ اور غیر ملکی پر وار کیے کہ وہ دونوں صرف ایک منٹ بعد لمبے لیٹے نظر آئے... ساتھ ہی محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد اندر آ گئے... انہیں فوراً ان کرسیوں پر بٹھا کر جکڑ دیا گیا جن پر وہ انہیں بٹھانے والے تھے...

"اور اب ہم آپ سے اگلوائیں گے... یہ سارا منصوبہ کس کا تھا... مسٹر سید شاہ... کس کے کہنے پر تم نے انسپکٹر جمشید سے دوستی کی تھی۔"

سید شاہ نے کوئی جواب نہ دیا... اب انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"پروفیسر صاحب! آپ کا کام شروع ہوتا ہے... ذرا انہیں وہ دوا سنگھائیں جو سچ اگلوا لیتی ہے۔"

"ضرور کیوں نہیں... پہلے ایک کو سنگھاؤں یا دونوں کو۔"

"پہلے سید شاہ کو۔" وہ بولے۔

پروفیسر داؤد اس کی طرف بڑھے... انہوں جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی، اس کو کھولا اور اس کے ناک سے لگا دی... ہاتھ پاؤں تو پہلے ہی اس کے باندھے ہوئے تھے... اس کا جسم فوراً پوری طرح تن گیا...

ساتھ ہی وہ چیخا۔

"اس کو ہٹاؤ... ہٹاؤ۔"

"تب پھر سچ بتاؤ۔"

"نہیں نہیں... یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کون لوگ..."

"مسٹر ہارڈنگ اور مسٹر ہارڈنگ کا ملک۔"

"ان سے تو ہم تمہیں بچا لیں گے... لیکن اپنے ملک کے قانون سے ہم تمہیں نہیں بچا سکیں گے... تم سچ بولو یا نہ بولو... اب تم بچ تو سکتے نہیں... ہاں عدالت میں جانے کی صورت میں تم اپنے وکیلوں کے ذریعے زور لگا سکتے ہو۔"

"اچھی بات ہے... یہ سارا منصوبہ ہارڈنگ کا تھا... ہارڈنگ کا بھی اپنا نہیں... یہ بیگالی ہے... اور یہ سارا منصوبہ بیگال کی حکومت کا تھا... بیگال کی حکومت نے انشارجہ کی حکومت سے بات کی... انشارجہ نے میری حکومت آذر بائی جان سے کہا... کہ وہ انسپکٹر جمشید پر یہ الزام لگائے، ہماری حکومت نے کہا... بغیر کسی بات کے الزام کس طرح لگایا جا سکتا ہے... پہلے تو ثبوت پیدا کر لیے جائیں۔ چنانچہ یہ کام مجھے سونپا گیا... میں نے پہلے انسپکٹر جمشید سے ملاقاتیں بڑھائیں... ان ملاقاتوں کے ثبوت جمع کیے... پھر انشارجہ نے انسپکٹر جمشید کے بنک بیلنس میں اربوں روپے جمع کرا دیے... اس کے بعد ہارڈنگ کو یہاں بھیج دیا گیا... اس نے ملک کے صدر سے ملاقات کی... انسپکٹر جمشید کے خلاف ثبوت پیش کیے... صدر صاحب تو جیسے پہلے سے بالکل تیار بیٹھے تھے... انہوں نے فوراً ہدایات دے دیں... اس طرح یہ کام شروع ہوا..." یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"اس طرح تو ہمیں مسٹر ہارڈنگ کے بیان کی بھی ضرورت نہیں ... تاہم اقرار کرا لینے میں کیا حرج ہے۔"

یہ کہہ کر پروفیسر داؤد اس کی طرف بڑھے اور ڈبیا اس کے ناک سے لگا دی... اس نے بھی یہی سب کچھ اگل دیا... چیف جسٹس صاحبان نے ان کے بیان پر دستخط کر دیے... آئی جی صاحب اور صدر صاحب کو اطلاع دی گئی... وہ دوڑے آئے...

تمام حالات انہیں سنائے گئے... سب کچھ سن کر آئی جی صاحب کے چہرے پر خوشی کی بجلی چمکنے لگی...

اصل آدمی کا منصوبہ بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔

---------------☆☆☆---------------

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk